ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بانی: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
۱۸ رمضان ۱۳۸۴ھ
۲۲ جنوری ۱۹۶۵ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

صلوٰۃ التسبیح

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّاہُ اَلَا اُعْطِیْکَ اَلَا اَمْنَحُکَ اَلَا اُخْبِرُکَ اَلَا اَفْعَلُ بِکَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِکَ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ ذَنْبَکَ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ قَدِیْمَہٗ وَحَدِیْثَہٗ خَطَاءَہٗ وَعَمْدَہٗ صَغِیْرَہٗ وَکَبِیْرَہٗ سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ اَنْ تُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ تَقْرَءُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ وَسُوْرَۃً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَۃِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ خَمْسَ عَشَرَۃَ مَرَّۃً ثُمَّ تَرْکَعُ فَتَقُوْلُہَا وَاَنْتَ رَاکِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَکَ مِنَ الرُّکُوْعِ فَتَقُوْلُہَا عَشْرًا ثُمَّ تَہْوِیْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُہَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَکَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُہَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُہَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَکَ فَتَقُوْلُہَا عَشْرًا فَذٰلِکَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ تَفْعَلُ ذٰلِکَ فِیْ اَرْبَعِ رَکَعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّیَہَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مَّرَّۃً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ مَّرَّۃً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ شَہْرٍ مَّرَّۃً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ سَنَۃٍ مَّرَّۃً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ عُمُرِکَ مَرَّۃً۔

ترجمہ:۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے عباس! اے میرے چچا کیا نہ دوں میں تجھ کو، کیا نہ دوں میں تجھ کو، کیا نہ بتاؤں میں تجھ کو ایسی دس خصلتیں کہ اگر تم ان پر عمل کرو تو خداوند تعالےٰ تمہارے تمام اگلے پچھلے پرانے اور نئے قصداً سہواً چھوٹے اور بڑے مخفی اور ظاہر گناہوں کو بخش دے۔ تم چار رکعت نماز پڑھو۔ ہر رکعت میں ایک الحمد اور ایک سورۃ پڑھو۔ جب قرأت سے فارغ ہو چکو تو کھڑے کھڑے پندرہ مرتبہ کہو سبحان اللہ والحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پھر رکوع کرو اور رکوع کے اندر بھی دس مرتبہ ان کلموں کو کہو پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور دس مرتبہ ان کلموں کو کہو پھر سجدہ کرو اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد دس مرتبہ ان کلموں کو کہو۔ پھر سجدے سے سر اٹھاؤ اور دس مرتبہ ان کلموں کو کہو پھر دوسرا سجدہ کرو اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد دس مرتبہ ان کلموں کو کہو پھر سجدے سے سر اٹھاؤ اور دس مرتبہ ان کلموں کو کہو یہ سب پچھتر مرتبہ ہر رکعت میں ہوا۔ چار رکعتوں میں اس طرح کرو اور تمہاری قدرت و امکان میں ہو تو روزانہ ایک مرتبہ یہ نماز پڑھو اور یہ ممکن نہ ہو تو پھر ہر جمعہ کے دن پڑھو یہ بھی ممکن نہ ہو تو مہینہ میں ایک مرتبہ یہ بھی ممکن نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساری عمر میں ایک مرتبہ پڑھو۔

(ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ بیہقی اور ترمذی نے ابو رافع سے اسی طرح روایت کیا)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ عَمَلِہٖ صَلٰوتُہٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِہٖ شَیْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اُنْظُرُوْا ھَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمَّلُ بِہَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَۃِ ثُمَّ یَکُوْنُ سَائِرُ عَمَلِہٖ عَلٰی ذٰلِکَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ ثُمَّ الزَّکٰوۃُ مِثْلُ ذٰلِکَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰی حَسْبِ ذٰلِکَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن اعمال میں سب سے پہلے جس عمل کی بازپرس ہوگی وہ نماز ہے پس اگر نماز ٹھیک ادا کی گئی ہے تو نجات مل جائے گی اور ٹھیک ادا نہیں کی گئی ہے تو نا امیدی اور زیاں کاری ہے۔ پھر اگر نماز فرض میں کچھ کمی ہوگی تو خداوند تعالےٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ میرے بندے کے سنن و نوافل دیکھو اور فرض نمازوں میں سے جس قدر کم ہے اس کی سنتوں اور نفلوں سے پورا کرو۔ پھر اس طرح اس کے دوسرے اعمال کا حساب ہوگا۔

(ابوداؤد۔ احمد)

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِعَبْدٍ فِیْ شَیْءٍ اَفْضَلَ مِنْ رَکْعَتَیْنِ یُصَلِّیْہِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَیُذَرُّ عَلٰی رَاْسِ الْعَبْدِ مَا دَامَ فِیْ صَلٰوتِہٖ وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَی اللّٰہِ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْہُ یَعْنِی الْقُرْاٰنَ

ترجمہ:۔ حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالےٰ بندے کے کسی عمل پر اتنا مہربان نہیں ہوتا جتنا کہ دو رکعتوں پر جن کو بندہ پڑھتا ہے (یعنی خدا سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے) اور تحقیق بھلائی چھڑکی جاتی ہے بندہ کے سر پر جب تک کہ وہ نماز میں مشغول رہتا ہے اور خدا کا بندہ خدا سے تقرب حاصل کرتے ہیں جس قدر کہ قرآن سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کسی چیز سے نہیں۔

احمد۔ ترمذی

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

ٹیلیفون نمبر:- ۶۷۵۴۵

جلد ۱۰ | ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۶۵ء | شمارہ ۳۶

ہم اور احترامِ رمضان

یہ حقیقت کسی سے چھپی ہوئی نہیں کہ رمضان المبارک کا احترام ہر مسلمان پر واجب ہے۔ رمضان المبارک کا احترام یہ ہے کہ طلوعِ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک تمام مسلمان کھانے پینے اور لذات و شہوات کی تکمیل سے باز رہیں۔

مسافر اور معذور اگرچہ روزے سے نہ ہوں مگر پھر بھی سرِ عام نہ کھائیں۔ در پردہ کھائیں پئیں۔ روزہ کے اوقات میں ہوٹل، ریسٹوران اور اشیائے خورد و نوش کی دیگر دوکانیں بند رہیں۔ مسلمانوں کی آنکھیں خلافِ شرع دیکھنے سے، کان خلافِ شریعت کلام سننے سے اور زبانیں خلافِ شریعت بولنے سے رُکے رہیں ہاتھ اور پاؤں ایسی کوئی حرکت نہ کریں جس سے کسی بھی حکم خداوندی کی نافرمانی کا اظہار ہوتا ہو۔ غرضیکہ تمام مسلمان مجسمۂ خیر و تقویٰ اور پیکرِ صبر و تحمل اور بردباری نظر آئیں اور انہیں دیکھ کر یوں محسوس ہو کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے فرمانبردار بندے اور اسلام کی متحرک تصویریں دوڑ رہی ہیں۔ اسکے برعکس اگر دن بھر خلاف شریعت حرکات ہیں گزرے اور جگہ جگہ دینِ حق کی خلاف ورزی کے نمونے دکھائی دیں تو یہ رمضان المبارک کا مذاق اڑانا اور دینِ خداوندی کی توہین کے مترادف ہوگا بدقسمتی سے ہماری پہلی صورت عنقا ہے اور ہر طرف دوسری ہی صورت کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ جس کے باعث ہر مسلمان کا سر شرم و ندامت سے جھک جانا چاہیے۔ اسے سوچنا چاہیے کہ رمضان المبارک کے تقاضے کیا ہیں۔ روزہ کی غرض و غائت کیا ہے؟ بحیثیت مسلمان ہونے کے اُس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے اور بالآخر اس کی منزل کیا ہے مگر یہ سب باتیں تو وہ سوچے جسے اپنے مسلمان ہونے کا شعور ہو اور وہ اپنے اعمال کے لیے خود کو عنداللہ جوابدہ سمجھے۔ اس کے بغیر صحیح معنوں میں احترامِ رمضان کا تصوّر ناممکن ہے۔

آئیے مسلمان ہونے کی حیثیت سے سوچیں کہ ہمارے اندر اپنے مسلمان ہونے کا شعور کیونکر پیدا ہو سکتا ہے اور ہم کس طرح اپنی منزل پر کامیابی و کامرانی کے ساتھ پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے لیے سب سے ضروری اور بنیادی چیز یہ ہے کہ ملک میں دینی تعلیم کو عام کیا جائے۔ اسکولوں اور کالجوں میں ابتداء ہی سے قرآن عزیز اور شریعت کی تعلیم کا انتظام کیا جائے اور بچوں کی تربیت کے لیے درس گاہوں میں اسلامی ماحول برپا کیا جائے تاکہ وہ بڑے ہو کر اسلام کی چلتی پھرتی مورتیں نظر آئیں اور ان کے دل میں خوفِ خدا کی چنگاری روشن ہو۔

مزید براں ہمیں اپنے ماحول کو بھی اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور جس حد تک ہو سکے اُن محرکات اور اسباب کو ختم کرنا چاہیے جن سے لادینیت کے سوتے پھوٹتے اور معاشرے کی تباہی پر منتج ہوتے ہیں اور جن کی موجودگی میں صحیح اسلامی تصویرِ حیات عوام کالانعام کے دلوں اور دماغوں میں پیوست نہیں ہو سکتا الّا ماشاءاللہ

مثلاً سینما بینی ہی کو لے لیجیے عوام چونکہ اس کے نتائج و عواقب کا شعور نہیں رکھتے اور اس میں ان کے سفلی جذبات و خیالات کی تسکین کا سامان ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اس کی طرف بے اختیار لپکتے ہیں۔ گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہو لیکن سینما ضرور دیکھیں گے۔ بیوی کے پاس ستر ڈھانپنے کے لیے کپڑا نہ ہو، بچے پیسے پیسے کو بلکتے ہوں، گھر کا گھر اجڑ جائے مگر انہیں شوقِ سینما بینی ضرور پورا کرنا ہے۔ نتیجۃً بھوک اور معاشرتی بدحالی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور کنبے کے کنبے تباہ حال اور برباد ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ فحاشی، فیشن پرستی، ٹیڈی ازم اور اسی قسم کے دوسرے خباثت سینما بینی کی کوکھ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ زنا، اغوا اور معاشقہ کی وارداتیں اسی شجرِ خبیثہ کے برگ و بار ہیں۔ نوجوانوں میں آوارہ مزاجی اور جنسی خواہشات کے ہیجان کو یہی جنم دیتی ہے غرض یہ ایک برائی سینکڑوں برائیوں کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ وہ لوگ جو سینما سازی پر بے دریغ دولت خرچ کرتے ہیں اگر فیکٹریاں قائم کریں اور دیگر ملکی ضروریات میں سرمایہ لگائیں تو نفع کمانے کے ساتھ ساتھ وہ بشیر کنبوں اور گھرانوں کے پیٹ پالنے کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں اس طرح بھوک اور معاشی بدحالی کا بھی کسی حد تک علاج ہو سکتا ہے اور وہ نفع اندوزی کے ساتھ گناہوں کو فروغ دینے کے جرم سے بھی بچ سکتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں معاشرہ بھی برائی کے جراثیم سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور اللہ بھی راضی ہو

(باقی صفحہ ۶ پر)

[illegible] عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر نے چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

خطبۂ جمعہ ۱۱ر رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۴ھ ۱ر جنوری سنہ ۱۹۶۵

اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو!

از مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَسَارِعُوْآ اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۃ (پ۴۔ سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۳۳)

ترجمہ:۔ اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو، اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے۔ جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

ان اعمال و اخلاق کی طرف جھپٹو جو حسبِ وعدۂ خداوندی اُس کی بخشش اور جنّت کا مستحق بناتے ہیں۔ چونکہ آدمی کے دماغ میں آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آ سکتی تھی۔ اس لیے سمجھانے کے لیے جنّت کے عرض کو اسی سے تشبیہ دی گئی۔ گویا بتلا دیا کہ جنّت کا عرض زیادہ سے زیادہ سمجھو۔ پھر جب عرض اتنا ہے تو طول کا حال خدا جانے کیا کچھ ہو گا۔

حاصل

یہ نکلا کہ:

(۱) مسلمان کو بخشش طلب کرنے میں ایک دُوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور

(۲) جنت کا مستحق بننے کے لیے اپنے اندر استعداد پیدا کرنی چاہیے۔

بخشش کن لوگوں کے لیے ہے؟

قولہٗ تعالیٰ:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۃ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ قف وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۃ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۃ

ترجمہ: جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصّہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کون گناہ بخشنے والا ہے۔ اور اپنے کیے پر وہ اَڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں۔ یہ لوگ ان کا بدلہ اُن کے رب کے ہاں سے بخشش ہے۔ یہ لوگ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان باغوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور کام کرنے والوں کی کیسی اچھّی مزدوری ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی (وہ لوگ جن کے لیے اللہ کی بخشش ہے)، نہ عیش و خوشی میں اللہ کو بھولتے ہیں نہ تنگی و تکلیف کے وقت خرچ کرنے سے جان چراتے ہیں۔

ہر موقع پر اور ہر حال میں حسبِ مقدرت خرچ کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ سُود خواروں کی طرح بخیل اور روپیہ کے پُجاری نہیں گویا جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد بھی کرتے ہیں: غصّہ کو پی جانا ہی بڑا کمال ہے، اس پر مزید یہ کہ لوگوں کی زیادتیوں یا غلطیوں کو بالکل معاف کر دیتے ہیں اور نہ صرف معاف کرتے ہیں، بلکہ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔ کُھلّم کُھلّا کوئی بے حیائی کا کام کر گزریں جس کا اثر دُوسروں تک متعدّی ہو یا کسی اور بُری حرکت کے مرتکب ہو جائیں جس کا ضرر اُن کی ذات تک محدود ہے تو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ یعنی خدا کی عظمت و جلال، اُس کے حقوق و احکام، اُس کی عدالت کی پیشی اور وعدہ وعید کو یاد کر کے زبان سے بھی اُس کی یاد شروع کر دیتے، خوف زدہ اور مضطرب ہو کر اُسے پُکارتے، اُس کے سامنے سربسجود ہوتے اور پھر جو شرعی طریقہ گناہوں کے معاف کرانے کا ہے اس کے موافق معافی اور بخشش طلب کرتے ہیں۔ مثلاً اہلِ حق کے حقوق ادا کیے یا معاف کرائے اور خدا کے سامنے توبہ و استغفار کیا (کیوں کہ اصل بخشنے والا تو وہی ہے) جو گناہ بمقتضائے شریعت ہو جائے اُس پر اَڑتے نہیں بلکہ یہ جان کر کہ حق تعالیٰ بندوں کی سچی توبہ قبول کرتا ہے ندامت و اقلاع کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے اُس کے حضور میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی دوسرے درجہ کے متقین ہیں جن کے لیے جنّت تیار کی گئی ہے۔ حق تعالیٰ ان تائبین کے گناہ معاف کر کے انہیں جنّت میں جگہ دے گا۔ اور جو توبہ اور نیک عمل کیے ہوں گے ان کا بہترین معاوضہ ملے گا۔

حاصل

یہ نکلا کہ بخشے جانے والے لوگوں میں مندرجہ ذیل چھ خُوبیاں ہوتی ہیں:

۱۔ وہ رنج و راحت اور امیری و غریبی دونوں صُورتوں میں خرچ کرتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مُطابق ہر صُورت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور تنگ دستی میں بھی اپنے ہاتھ کو نہیں روکتے۔

۲۔ وہ غصّہ کو پی جاتے ہیں۔ غصّہ سے مغلوب ہو کر ناخوش گوار حرکات

نہیں کرتے۔

۳۔ وہ خطا کار لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔ چونکہ اُن کا خاصہ ہی عفو و کرم ہوتا ہے۔

۴۔ احسان کرنا اُن کی فطرت میں داخل ہوتا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ نیکی کرنے والوں کو اللہ یقیناً دوست رکھتا ہے۔

۵۔ اگر اُن سے نادانستہ کوئی بُرائی سرزد ہو جائے یا وہ کوئی خرابی کر بیٹھیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اُس سے مغفرت و بخشش چاہتے ہیں۔

۶۔ غلطی سے یا انجان پنے میں کوئی غلطی یا زیادتی سرزد ہو جائے تو اس پر اصرار نہیں کرتے بلکہ فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ جس شخص میں اپنے گناہوں پر اَڑنے کی خرابی پیدا ہو جائے اُس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ نہ ہی وہ اللہ سے مغفرت طلب کر سکتا ہے۔ اور نہ اُس کی بخشش ہوتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔ آمین۔ اگر غور کیا جائے اور ان خصوصیات کی حقیقت سمجھے اور اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ وہ خصوصیات ہیں جن سے انسان میں خدا خوفی، پرہیزگاری، اور نیکوکاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ..... اور ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ کریم کی طرف سے مغفرت ہے۔ خداوند قدوس، جلّ شانہٗ و عز اجدہٗ ان خصوصیات کے حامل بندوں کی خطاؤں کو چھپا لیتا ہے، اُن سے درگزر فرماتا ہے اور انہیں اپنے عفو و کرم سے نوازتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں جنّت کی اَبدی خوشیاں اور راحتیں اور رضائے ایزدی کا تمغہ اُن کے حصّہ میں آتا ہے۔ اور یہ وہ اعزاز ہے جس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔ آمین۔

روزہ کی غرض و غایت

روزہ کی غرض و غایت بھی کتاب و سنّت کی تعلیمات کی روشنی میں یہی ہے۔ ایک انسان انفرادی طور پر تقوٰی شعار و پرہیزگار بنے اور اجتماعی طور پر ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے اور یہ اسی صُورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر مسلمان اپنے اندر مندرجہ بالا خصوصیات پیدا کرے۔ چنانچہ کتاب و سنّت کی تعلیمات سے ثابت ہے کہ ہر روزہ دار کو بہر حال اپنے اندر یہ خصوصیات پیدا کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ ماہِ رمضان المبارک کے مختلف نام بھی اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ یہ مہینہ مسلمانوں میں مندرجہ بالا خصوصیات پیدا کرنے کے لیے تربیت کا مہینہ ہے۔ مثلاً رمضان المبارک کو

شھر المواساۃ

کہا جاتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ غم خواری اور ہمدردی کا مہینہ ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

شھر المواساۃ و شھر یزداد فیہ رزق المومن من فطر فیہ صائما کان لہ مغفرۃ لذنوبہ و عتق رقبۃ من النار و کان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینقص من اجرہ شیئٌ قلنا یا رسول اللہ لیس کلنا نجد ما نفطر بہ الصائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یعطی اللہ ھذا الثوب من فطر صائماً علی مذقۃ لبن او تمرۃ او شربۃ من ماءٍ و من اشبع صائما سقاہ اللہ من حوض شربۃ لا یظماء حتی یدخل الجنۃ۔

(مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:- رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رمضان شہر مواسات یعنی ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے اور ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں مومن کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ جو شخص اس میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کراتا ہے تو اُس کے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور آتشِ جہنم سے اُس کی گلو خلاصی ہو جاتی ہے۔ جبکہ روزہ دار کے اپنے روزے میں بھی کوئی کمی نہیں آتی۔ (صحابہ کرامؓ کا بیان ہے) ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص کی تو یہ استطاعت نہیں کہ وہ کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا سکے۔ (اس پر) آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اُس شخص کو بھی دے دیتا ہے کہ جو دُودھ کے ایک گھُونٹ پر، ایک کھجور پر یا صرف پانی پلا کر ہی کسی کو افطار کرائے اور جو شخص روزہ دار کو سیر کر کے کھِلائے تو اُسے اللہ تعالیٰ حوضِ کوثر سے (ایسا) سیراب کریں گے کہ پھر کبھی تشنگی محسوس نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔

حاصل

اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ اگر روزہ دار تنگدست بھی ہو تو پھر بھی دُوسرے مُسلمانوں کا خیال رکھے اور حتی المقدور اُن کی خدمت کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے۔ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کے ساتھ کسی کا روزہ افطار کرانے کا بڑا ثواب ہے۔ لیکن سحری کے وقت بھی غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو نہ بھُولنا چاہیے۔ کیونکہ روزہ رکھنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بھُوکے پیاسے اور نادار لوگوں سے ہمدردی کا احساس پیدا ہو اور عملی طور پر ان کی مدد کر کے خدا کے دیئے ہوئے رزق کا عملی شکر ادا کیا جا سکے۔ نیز روزے رکھنے کی وجہ سے امراء اور دولت مند بھی بھُوک اور پیاس کی شدّت اور تکلیف سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور اُن کے دلوں میں بھُوکے پیاسے مُسلمانوں کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ مہینہ غم خواری اور ہمدردی کا مہینہ اور پیامبر ہے۔

شارح طیّبی

نے اسی لیے شہر المواسات کی تشریح کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کو شہر المواسات کے نام سے موسوم کرنا اس اَمر کی ترغیب دیتا ہے کہ تمام نوع انسانی بالخصوص فقراء و مساکین اور پڑوسیوں وغیرہ کے ساتھ جود و سخا اور عطا و احسان کا سلوک کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عام حالات میں بھی لوگوں سے بہت زیادہ سخی تھے۔ مگر ماہ رمضان میں تو آپ بہت ہی زیادہ سخی اور فیاض ہو جایا کرتے تھے۔

قیدیوں سے سلوک

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ماہِ رمضان المبارک آتا تو حضور صلی اللہ علیہ و سلم ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سوال کرنے والے کو کچھ نہ کچھ یا جو کچھ وہ مانگتا عطا فرما دیا کرتے تھے۔

ملازموں سے سلوک

حضور صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس مہینے میں اپنے ماتحت ملازموں کے کام میں تخفیف کر دے گا اللہ تعالیٰ اُسے بخش دیں گے اور اُسے دوزخ سے آزاد کر دیں گے۔

عفو و درگذر

حضور صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر روزہ دار کو کوئی گالی گلوچ کرے یا بُرا بھلا کہے تو اس کے جواب میں وہ صرف اسی قدر کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔

غرض

ان تمام احادیث سے ظاہر ہے کہ روزہ صبر و ضبط، جود و سخا، تحمل و بردباری اور متقین کی دوسری خصوصیات روزہ دار میں پیدا کرتا ہے۔ اور اس طرح روزہ دار کی تربیت ہو جاتی ہے۔

چنانچہ

اسی طرح

رمضان المبارک کے دوسرے نام..... شہر الصبر، شہر القربۃ، شہر اللہ، شہر مبارک، شہر النعمۃ، شہر الزیادۃ اور شہر العاصین، یعنی گناہ گاروں کی بخشش والا مہینہ وغیرہ بھی اِس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ مہینہ مسلمانوں میں بخشے جانے والوں کی خصوصیات پیدا کرنے کی تربیت کا مہینہ ہے۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کو اپنی مخلوقات کے لیے دوڑنے کا میدان مقرّر فرمایا ہے کہ اس کی اطاعت کی خاطر اس کے اندر دوڑ لگائیں اور ایک دُوسرے سے آگے بڑھنے اور فوقیت لے جانے کی کوشش کریں۔

مغفرت کا زمانہ

حضور صلی اللہ علیہ و سلّم نے فرمایا ہے کہ رمضان وہ مہینہ ہے، جس کی ابتداء رحمتِ الٰہی کے نزول کا وقت ہے۔ اس کا درمیان مغفرت کا زمانہ ہے اور آخر اس کا دوزخ سے آزاد ہونے کا وقت ہے (یعنی پورا اجر مل جانے کا وقت ہے)۔

بزرگانِ محترم!

آج جب کہ گیارہواں روزہ ہے اور رمضان کا وسط شروع ہو چکا ہے، ہم حدیث مذکورہ بالا کے مُطابق مغفرت کے زمانے میں سے گزر رہے ہیں۔ چنانچہ اتباعِ سنت کا تقاضا ہے کہ ہم بھی اپنے اندر تقوٰی کی صفات پیدا کریں اور اپنے ربّ کی بخشش کی طرف دوڑیں تاکہ آخر رمضان میں پورے اجر کے مستحق ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احکام کی تعمیل اور اتباعِ سنت کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

بقیہ:

ہم اور احترامِ رمضان

(صہ ۳ سے آگے)

جائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس بُرائی کا سدِ باب کیا جائے۔ اور اسی نوع کی دوسری برائیوں مثلاً فحش تصویروں کی نمائش، لغو گانوں کی ریکارڈنگ، ریڈیو سے فلمی اور بیہودہ گانوں کی براڈ کاسٹنگ، عورتوں اور مردوں کا آزادانہ اختلاط وغیرہ کو بھی ختم کرنے کی سعی کی جائے۔

اگر ہم اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں اور صحیح اسلامی معاشرہ وجود میں آ جائے تو یہ احترامِ رمضان کی بہترین شکل ہو گی جس کے لیے ہر صاحبِ ایمان کو پوری تگ و دو کرنی چاہیے......

وما علینا الا البلاغ

اِک شمع رہ گئی تھی ....

موت ہر انسان کے لیے مقدر ہے۔ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن بہر حال اس عالمِ فانی سے رخصت ہونا ہے۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں۔ مگر بعض جانے والے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ پیچھے رہنے والوں کے دلوں پر اپنی علمی و عملی عظمت کے گہرے نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ اور لوگ انہیں انکے کارناموں کے باعث مدّت العمر یاد رکھتے ہیں۔ خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی مردانِ کار میں سے تھے۔ جونہی ان کے وصال کی خبر پچھلے جمعۃ المبارک کو شیرانوالہ پہنچی تمام جماعت اور بالخصوص حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ نے بڑی شدّت سے اس صدمہ کو محسوس کیا۔ جمعہ کا دن اور رمضان المبارک کا مہینہ۔ موت کے لیے کیا ہی اچھا وقت نصیب ہُوا۔

نمازِ جنازہ ان کی وصیت کے مطابق حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ نے پڑھائی اور ۱۴ رمضان المبارک کی شام کو اپنی خواہش کے مطابق حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے قرب میں وہ ہمیشہ کیلئے محوِ استراحت ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور جنت کی ابدی نعمتوں سے ان کی خاطر مدارات کرے۔ آمین

دیگر تصانیف کے علاوہ درسِ قرآن چار جلدوں میں جسے ادارۂ اصلاح و تبلیغ آسٹریلیا بلڈنگ نے شائع کیا ہے ان کی علمی یادگار ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ادارہ خدام الدین مرحوم کے پس ماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہے کہ وہ انہیں صبر کی توفیق دے۔ (خواجہ صاحب کے متعلق ۲ مفصل مضمون جسے ہمارے عزیز فخر الدین صدیقی نے تحریر فرمایا ہے، آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔)

عثمان غنی۔ بی۔ اے

میں دکھتی رگوں پر نشتر زنی کرتا ہوں

جامعہ مدنیہ نوسر شریف نزد واہ کینٹ میں ۱۲ نومبر ۱۹۶۴ء بعد نماز ظہر حضرت مولانا عبید اللہ انور نے مندرجہ ذیل تقریر کی۔

بزرگان محترم، معزز حاضرین۔ بھائیو اور دوستو! آپ کے اس مدرسہ میں اس مسجد میں، اس بستی میں، اس علاقے میں متعدد بار حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اس بستی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے تشریف رکھتے ہیں ان کے ایما پر ہی اکثر حاضری کا اتفاق ہوا۔ یہاں اکثر احباب جانتے ہیں۔ کہ میں کوئی بڑا عالم فاضل تو ہوں نہیں۔ ایک طالب علم ہوں مگر کَبُرَتْ مَوْتُ الْکُبَرَاءِ جب بڑوں کو اللہ تعالیٰ بلا لیتے ہیں۔ تو چھوٹے ان کی مسندوں کو سنبھال لیتے ہیں۔ حضرت فرمایا کرتے تھے اکثر بنی خلفاء کی نا اہل ہوتی ہے۔ شیطان اولیائے کرام کی اولاد سے بدلہ لیتا ہے۔ جہاں ان بزرگوں کی زندگی میں شیطان کو جوتے پڑتے تھے ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد وہاں وہ ننگے ناچ ناچتا ہے۔ بہت کم ہوتے ہیں جو دین حقہ اور قدیم روایات کے پابند ہوتے ہیں کتاب و سنت کی اشاعت کرنے والے اور حدیث خیر الانامؐ کا چرچا کرنے والے چند ہی خاندان ہیں۔ جن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خانوادہ نسلاً بعد نسلٍ یا ان کے بعد بانیان دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت شیخ الہندؒ یا مظاہر علوم کے بزرگ یا حضرت عبد الرحیم رائپوریؒ یا پھر ان کے بعد حضرت مولانا عبد القادر رائپوریؒ پھر حضرت تھانویؒ یا پھر ہمارے سندھ کے بزرگ سب اسی دین حقہ کے علمبردار تھے۔ انگریز اور اس کے ایجنٹوں نے قرآن کی محبت دلوں سے جڑ سے اکھاڑ دینے کا ہر حیلہ کیا۔ علماء کی قدر و منزلت لوگوں کے دلوں سے نکالنے کی سعی کی۔ تزکیہ نفس کو اسلام کے نام پر وہبہ اور چنبیا بیگم نہ جانے کیا کیا کہا۔ تصوف سے لوگوں کو متنفر کرنے کی ہر سازش کی لیکن پھر بھی ہر دور میں اللہ کے بندے موجود رہے موجود ہیں اور انشاء اللہ موجود رہیں گے۔

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ ایک اللہ کو راضی کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ مگر دنیا کو راضی کرنا بڑا مشکل ہے لوگوں نے چند خود ساختہ عقائد گھڑ رکھے ہیں۔ گراوٹ اور پستی انتہا تک پہنچ چکی ہے لوگ شریعت سے نفور ہیں۔ علمائے ربانی اور اہل اللہ کی تحقیر کی جا رہی ہے۔ دوسری سماوی کتب رکھنے والی قومیں ہلاک ہوگئیں۔ پہلے اپنے کو انبیاء کی اولاد کہتے تھے اور اب نماز و عبادت سے بھی دور۔ کوئی قوم شفاعت کے مسئلہ میں بھٹک گئی۔ کوئی الوہیت کے مسئلہ میں بھٹک گئی۔ اسلام دنیا کے اندر پھیلی ہوئی کفریات ہزلیات اور بدعات کا پردہ چاک کرنے کے لئے آیا۔ توحید اور شرک کے فرق کو واضح کیا۔ اخلاق رذیلہ سے انسانیت کو نجات دلانے کی کوشش کی۔ اہل اللہ اور علماء ربانی چودھویں صدی والوں کو پیغام حق پہنچا اور چل بسے۔ اب یہ ذمہ داری ہم پر آن پڑی ہے۔ اب یہ ہمارا فریضہ ہے کہ ہمارے اسلاف کا پیغام پندرہویں صدی والوں کو پہنچے۔ ایسا نہ ہو کہ رہا سہا دین کا احساس بھی لوگوں کے دلوں سے نکل جائے۔

لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کا مقصد یہ تھا۔ کہ مسلمان مسلمان نہ رہے۔ اور ہندو ہندو نہ رہے۔ اس ملک کو حاصل کرنے کے لئے اسلام کا نام بڑی شدت سے لیا گیا۔ مگر پندرہ سولہ سال کی زندگی کے بعد اندازہ لگائیے کہ آج سے قبل مسلمان کے دل میں کچھ تو خوف خدا تھا۔ مگر اب اتنا بھی نہیں قبل از تقسیم بلند بانگ دعوے کئے جاتے تھے۔ کہ اس ملک کا قانون اسلام کے سوا کسی اور بنیاد پر نہ ہوگا۔ دین کا دور دورہ ہوگا۔ اس ملک کے لوگ خود بھی عامل ہوں گے۔ اور دوسروں کو بھی پیغام حق پہنچائیں گے۔ لیکن افسوس کہ آج قرآن محض قسمیں کھانے کے لئے رہ گیا ہے۔ جیسے قرآن دی قسمے دقرآن کی قسم، وڈے حضرت دی سوں دبڑے حضرت کی قسم، وغیرہ وغیرہ۔ غلط بیانی کر کے کفارہ ادا کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کل تک بڑے بوڑھے صبح کے وقت قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے مگر اب گھر کے سربراہ سے لے کر چھوٹے بچوں تک صبح سویرے اخبار پڑھ کر نہا دھو کر دفتروں اور کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ اب بھی دیہاتوں میں بسنے والے بڑے بوڑھے لوگ کہیں کہیں تلاوت کرتے نظر آئیں گے۔ مگر شہروں کا تو خدا ہی حافظ ہے کچھ عرصہ گذرا مغربی پاکستان کی زرعی یونیورسٹی کے کچھ طلباء اور پروفیسر حضرات کی دعوت پر لائلپور جانے کا اتفاق ہوا۔ مجھے بھی کچھ کہنے کو کہا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ میں یہاں پر بی اے۔ ایم اے کے طلباء اور غیر ملکی تعلیم یافتہ حضرات موجود ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ میں سے کتنے ہیں جو دعائے قنوت یا نماز جنازہ سنا سکیں۔ یا عیدین اور جنازہ کی ترکیب بتا دیں میں انعام دوں گا۔ مگر وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ پروفیسر صاحبان نے کہا ہمیں خود یہ باتیں معلوم نہیں یہ بیچارے طلباء کیا جواب دیں گے۔ مجھے احساس ہوا کہ ان نوجوان پر ماں باپ کے گاڑھے پسینے کی کمائی کا کتنا روپیہ ضائع ہو رہا ہے۔ ہر روز کوئی نہ کوئی دنیا سے جا رہا ہے۔ پڑھے لکھے لوگوں کو تو پوری طرح نمائندۂ اسلام ہونا چاہئے تھا۔ مگر انگریز کا مشن یہ تھا۔ کہ مسلمان کو مسلمان نہ چھوڑا جائے اور وہ اپنے مشن میں کامیاب رہا۔ اسی طرح قبل از تقسیم سب کے منہ پر "دین" "اسلام" "اسلام" لے کے رہیں گے۔ "بنا پڑے گا پاکستان" وغیرہ کے نعرے تھے۔ لیکن آج دین اسلام کسی مپرسی کے عالم میں ہے۔ ثقافت اور تمدن کے نام پر تمام بے حیائیاں ہو رہی ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی ٹھیک کہہ گئے ہیں۔

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

ہر شخص شادی کی کوشش کرتا ہے پھر صالح اولاد کی طلب ہوتی ہے مگر اولاد کو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا پتہ بھی نہیں۔ سیرت حمیدہ مفقود ہے، امراض روحانی حسد، کبر، عجب، جاہ پرستی، دنیا طلبی کی وبا عام ہے۔ اس ملک اور ملت کے بارے میں ہم پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ کاش اہل اللہ کی صحبت نصیب ہوتی، دین کی تعلیم کا چرچا عام ہوتا اور آج مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان ہوتے۔ آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ شیطنت نے ہمارے معاشرے میں گھر کیا یا دین ہمارے دلوں میں رچا بسا ہے؟ کیا ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں یا جو تھوڑا بہت دین ہمارے گھروں میں موجود تھا وہ بھی جا رہا ہے؟ یہ کوئی فلسفے کی بات نہیں۔ کل تک اسلامی شعائر کی توہین نہیں ہوتی تھی لیکن آج اگر کوئی ڈاڑھی رکھ لے تو نکو بن جاتا ہے۔ کل تک ہماری مسجد کے سامنے ہندو باجے بجاتا تو لڑائی ہوتی آج ہم خود مسجدوں کے سامنے بارود چلاتے ہیں اور باجے بجاتے ہیں، احساس تک نہیں ہے۔

میں دھواں دھار تقریریں نہیں کرتا۔ میں تو دکھتی رگوں پر نشتر زنی کرتا ہوں تاکہ مسلمان صحیح ملی شعور حاصل کر کے اللہ کے سامنے سرخرو ہوں۔ آج مسلمان نام کا مسلمان رہ گیا ہے۔ اس کو خبر نہیں کہ اس راہ میں کتنی قربانیاں دینا پڑتی ہیں ؎

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اسلام کوئی نسلی مذہب نہیں ہے۔ آج سید کا بیٹا سید، پیر کا بیٹا پیر، مولوی کا بیٹا مولوی کہلاتا ہے۔ کیا کسی ایم بی بی ایس کا بیٹا جب تک کہ وہ پوری تگ و دو نہ کرے، اپنے نام کے ساتھ ایم بی بی ایس لکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی ایم اے ایل ایل بی کا بیٹا اپنے نام کے ساتھ ایم اے ایل ایل بی کی ڈگری لکھے تو جیل کی ہوا کھائے۔ اسلام میں تو دارومدار عمل پر ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

وہ لوگ جو اسلام کے چراغ کو گل کرنے آئے تھے جیسے ہلاکو اور چنگیز ان ہی کی اولاد سے اسلام کے محافظ پیدا ہوئے ؎

ہے عیاں فتنۂ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

بنو عباس اور بنو امیہ اسلام کی خدمت کر رہے تھے جب گراوٹ آئی تو عجمیوں کو حکومت مل گئی مکہ میں انڈونیشی زبان میں حدیث پڑھنے والے موجود ہیں۔ مشہور ہے کہ انڈونیشیا کے لوگ جب تک حج نہیں کر لیتے یا قرآن حفظ نہیں کر لیتے، شادی نہیں کراتے لیکن ہمارے ہاں نو سو چوہے کھا کے حج کو جاتے ہیں یا قبر آنکھوں کے سامنے ہو تو گناہوں کے بخشوانے کا خیال آتا ہے مگر پھر بھی حج نہیں کر سکتے۔ حکومت کا فرض تھا کہ رکاوٹ ڈالنے کے بجائے لوگوں کے سفر حج کے لئے آسانیاں پیدا کرتی مگر معاملہ الٹا ہے لوگ سال ہا سال تک انتظار کر کر کے اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں ان کو حج کی اجازت نہیں ملتی۔

اپنی اولاد کی دینی تعلیم کی فکر کرو تاکہ آئندہ نسل قرآن سے بیزار نہ ہو علمائے ربانی اور ان کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل نہ ہو۔ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ ان کا تعلق ہو۔ آج ہم اخباروں میں روزانہ قتل اور لڑائی کی خبریں پڑھتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر کشتوں کے پشتے لگ جاتے ہیں۔ یہاں اغوا وہاں چوری یہاں بلوہ وہاں ڈکیتی۔ الیکشن کے زمانے میں سر پھٹول۔ کہنے کو سب مسلمان، سب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی مگر عملی طور پر اپنے جھگڑوں کو بجائے خدا اور رسول کے حکم کے مطابق فیصل کرنے کے اپنی جھڑپوں، چاقوؤں اور لاٹھیوں سے فیصل کرتے ہیں۔ مقدموں سے عدالتیں بھری پڑی ہیں۔ دیوانی مقدموں کا تو پوچھو ہی نہیں اگر دادا شروع کر گیا تو پوتا بھگت رہا ہے۔ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھو کہ ہم خلق محمدی کس حد تک اپنا رہے ہیں۔ اپنی اولاد کو حلال حرام کی تمیز کئے بغیر سب کچھ کھلائے چلے جا رہے ہیں۔ ذرا سی جسمانی تکلیف ہو تو ڈاکٹر کو یا حکیم کو بلاتے ہو یا بچے کو ان کے پاس لے جاتے ہو۔ اگر مرض خطرناک ہے تو اپریشن بھی کراتے ہو، خون کی بوتل کی ضرورت ہو تو ہر قیمت پر مہیا کرتے ہو مگر روحانی امراض کی طرف دھیان ہی نہیں ہے۔ جسمانی امراض کا تو اس دنیا ہی میں خاتمہ ہو جاتا ہے مگر روحانی امراض قبر میں بھی ساتھ جاتے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ آج ایک نہیں ہر شہر ہر بستی میں ذرا ذرا سی بات پر قتل کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ کشمیر کی ضرورت نہیں مگر مسلمان مسلمان کا خون بہانے کو ہر وقت تیار ہے حالانکہ مسلمان کو حکم ہے کہ مسلمان کا خون حرام سمجھے۔ سعودی عرب میں اس حد تک قتل و قتال اور دین سے بیزاری نہیں، جس حد تک ہمارے ممالک میں ہے۔ آپ ابھی روحانی کوتاہیاں دور کر کے کل کو قبر سے اٹھ کر جنت کے باغ میں جائیں۔ اصلی سچا اور کھرا مسلمان وہ ہے جو خلق خدا کی دل آزاری نہ کرے اپنے معاملات کی صفائی کر کے دنیا سے جائے۔

ملک شاہ سلجوقی ثانی کا واقعہ ہے کہ وہ کسی مہم پہ جا رہا تھا۔ اس کے چند سپاہیوں نے جو مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے آگے جا رہے تھے راستے میں کسی گاؤں سے گزرتے ہوئے ایک بڑھیا کی گائے کاٹ کر کھا لی۔ جب بڑھیا کو معلوم ہوا کہ ملک شاہ سلجوقی ثانی واپس آنے والا ہے اور وہ اسی راستے سے گزرے گا تو وہ راستے میں ایک پل پر کھڑی ہو گئی اور جب ملک شاہ سلجوقی کی سواری گزری تو بڑھیا نے آگے بڑھ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ملک شاہ سلجوقی سے کہنے لگی کہ بتا کیا تو اسی پل پر انصاف کرے گا یا پل صراط پہ انصاف چاہتا ہے؟ ملک شاہ سلجوقی نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ بڑھیا نے گائے کا قصہ سنایا۔ ملک شاہ سلجوقی لرزہ براندام ہو کر گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور معاملہ کی وہیں تحقیق کی۔ مجرموں کو اسی جگہ سزا دی اور بڑھیا کو قصاص ادا کرنے کے علاوہ بہت سارا سامان دیا اور معافی مانگی۔ آج آپ نے جو نمائندے چنے ہیں یہ کل کو آپ کا نظام بنائیں گے۔ آپ کا فرض تھا کہ خدا کے غداروں کو ووٹ نہ دیتے جن کو سبحان ربی العظیم کہنے کی اور اللہ کے دربار میں تو توفیق نہیں ہوتی مگر سینما میں جانے کے لئے خرچ ہے۔ مسلمان بار بار ان لوگوں سے شکست کھاتا ہے مگر پھر بھی نہیں سمجھتا۔ کوئی صاحب ان باتوں کو سیاست پر محمول نہ کریں۔ اسلام اور سیاست دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسلام محکومی اور غلامی کی زندگی گزارنے کے لئے نہیں آیا بلکہ حکومت کرنے کے لئے آیا ہے۔

آج ذکر اذکار اور تلاوت قرآن کا ذوق و شوق نابود ہو رہا ہے۔ پھر بھی کچھ لوگوں کو دینی مدارس بنانے کا شوق ہے آپکا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو وہاں بھجوائیں اور ان کے ساتھ والے درہمے قدمے سخنے تعاون کریں۔ ہمارا فرض تھا کہ ہماری اولاد قرآن اور حدیث خیر الانامؐ سے ناواقف نہ ہوتی مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہو رہا۔ کوئی بھی منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہو تو پہلے اس کا احساس پیدا ہوتا ہے، پھر نقشہ بنتا ہے اور پھر اس میں رنگ بھرا جاتا ہے۔ درجہ بدرجہ سب کام ہوتے ہیں۔ جادو کی چھڑی سے یہاں کوئی کام نہیں ہوتا یعنی نجات اعمال پر منحصر ہے۔ کہیں نماز ہے کہیں رمضان کے روزے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عبادت میں دوام ہونا چاہئے اگرچہ عبادت تھوڑی ہی ہو ؎

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل
تو گھس جائے بے شبہ پتھر کی سل

اگر ایک ہی سانچہ منوں ٹنوں پانی گرا دیا جائے تو پتھر پہ ذرا بھی اثر نہ ہو۔ اگر سینما دیکھنے والے اکٹھے بیٹھا جا سکتے ہیں۔ شکار کھیلنے والے مل کر شکار کو جا سکتے ہیں تو دینداروں کو بھی چاہیئے کہ مل کر کام کریں اور اپنے احباب کے بچوں اور بڑوں کی اصلاح کا فریضہ ادا کریں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: قُوا اَنۡفُسَکُمۡ وَاَهۡلِیۡکُمۡ نَارًا مندرجہ ذیل چار اصولوں پہ کاربند ہو کر اصلاح کا فریضہ باحسن طریق انجام دیا جا سکتا ہے (۱) تہذیب اخلاق (۲) تدبیر منزل (۳) سیاست مدینہ (۴) خلافت کبریٰ اللہ کی راہ میں کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہ کریں۔ تواصی بالحق کا فریضہ انجام دیں۔ انشاء اللہ دنیا اور آخرت بہتر ہو جائیں گی لیکن اس کے لئے آپ کو عملی قدم اٹھانے پڑیں گے محض آرزوؤں سے کام نہ چلے گا۔ یہ دنیا دارالاسباب ہے اس میں ذرا سی کوشش کروگے تو نتائج شاندار ہوں گے۔

بڑے بڑے مقررین اور خطباء میں میرا شمار نہیں ہوتا میں تو کھری کھری باتیں کہہ دیتا ہوں کسی کو کڑوی لگیں یا کسیلی۔ جہاں جاتا ہوں دکھتی رگ پہ نشتر زنی کا فریضہ انجام دیتا ہوں۔ ڈاکٹر مرض کو چھپانے کی دعوت نہیں دیتا۔ یہ باتیں حلق سے نیچے نہیں اتر سکتیں۔ دوائی کڑوی ہو تو پی نہیں جا سکتی۔ آپ حضرات اور ماؤں بہنوں کی خدمت میں یہی عرض کرتا ہوں کہ آپ جہاں اپنی اولاد کے لئے روزی اور مکان مہیا کرتے ہیں وہاں ان کو جہنم سے بچانے کی تدابیر کیوں نہیں کرتے ہمارا فرض ہے کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھے رہیں۔ دین کو خود بھی سمجھیں دوسروں کو بھی سمجھائیں اسلام کا چرچا عام کریں، کتاب وسنت کی تعلیمات سے اپنی اولاد کو روشناس کرائیں۔ آج گھر گھر عداوتیں ہیں۔ شہروں میں الگ دیہاتوں میں الگ۔ اخلاقِ نبویؐ کا شائبہ تک نہیں۔ بڑوں کی تعظیم نہیں، شادی بیاہوں میں رسم ورواج سب غیر اسلامی، کہیں برتھ ڈے، برسیاں اور جنم دن منائے جا رہے ہیں کہیں جھنڈیاں لگا کر حضورؐ سے بڑی محبت کا اظہار ہو رہا ہے مگر سیرت کا پرتو بالکل نہیں۔ جمعۃ الوداع کو دو رکعت قضا عمری پڑھ لی اور ساری عمر کی نمازیں معاف کرا لیں، مر گئے تو ملاؤں سے قرآن پڑھوا کر گناہ بخشوا لئے آخر یہ مسلمان اسلام سے کیا مذاق اڑا رہے ہیں سچی بات ہمیشہ کڑوی ہوتی ہے، پنجابی میں کہتے ہیں سچ کہو پرے ہوہ (سچ کہو اور دور بیٹھو) حضورؐ کا فرمان ہے کہ ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھو۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرو۔ لیکن آج مسلمان غافل ہے، زکوٰۃ فرض ہے کوئی ادا نہیں کرتا عشر خمس کی ادائگی نہیں ہو رہی، حج، پرچ فرض ہے ادا نہیں کرتا۔ ایسے لوگوں کو حضورؐ نے صاف فرمایا ہے کہ وہ یہودی ہو کر مریں یا نصرانی ہو کر مریں۔ ہمیں ان کی پرواہ نہیں۔ آج بڑے بڑے مل مالک لینڈ لارڈ اور زمیندار دنیا ہی سمیٹنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ آخرت کی کسی کو فکر نہیں یاد رکھیئے جب تک آپ اپنے فرائض کو نہ پہچانیں گے امراض روحانی کا مداوہ نہ کرینگے آخرت میں سرفروئی محال ہے۔ جسمانی امراض کے علاج کے لئے آپ مختلف ڈاکٹروں سے علاج کراتے ہیں۔ ایک سے آرام نہ آئے تو دوسرے کے پاس جاتے ہیں مگر دین کے معاملے میں نپٹ اندھے ہیں۔ جو مل گیا اسی کو راہبر مان لیتے ہیں۔ اگر دنیا کی طرح دین میں بھی عقل کا استعمال کرتے تو معاملہ اتنا حد سے نہ گر جاتا۔ آج فرائضِ عینیہ کا احساس تک نہیں۔ مسلمان اللہ سے عہد کرتا ہے۔ اے اللہ تیرے ہر حکم پر عمل کروں گا۔ آپ خود دیکھ لیں کتنے مسلمان ہیں جو روزے رکھتے ہیں۔ اور مسلک حقہ پر کاربند ہیں۔ کتنے ہیں جو ماؤں بہنوں کو حصہ ادا کرتے ہیں۔ مسلمان کو حکم ہے کہ اللہ کی دی ہوئی توانائی اور طاقت سے خدا کو راضی کرے جو موٹریں کاریں کوٹھیاں سب معاملوں میں ٹھونک بجا کے دیکھتے ہیں۔ مگر دین کے معاملے میں کسوٹی نہیں ہر ایک کو پیر مان لیتے ہیں یاد رکھو قرآن اور حدیث اسلام کی کسوٹی ہیں کل ایک صاحب گاڑی میں پوچھنے لگے کونڈے کس تاریخ کو دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کا کیا حکم ہے؟ میں نے کہا ہماری ڈاڑھیاں قرآن وحدیث پڑھتے پڑھاتے سفید ہو گئیں ہم نے ان کا ذکر کہیں نہیں پڑھا۔ مگر مسلمان میں واہی تباہی جس چیز کو اسلام کا نام لے کر انہیں پیش کر دیں وہ مان لیں گے ؎

"پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پہ کلامِ نرم ونازک بے اثر"

میں اب ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین!)

دو (۲) راستے

محمد شفیع عمر دین (حیدر آباد)

قال اللہ تعالیٰ: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (البلد-آیت ۱۰)

ترجمہ: اور ہم نے اسے دونوں راستے دکھائے۔

اس جہان میں مہد سے لے کر لحد تک انسان کے سامنے دو راہیں ہیں۔

ایک شریعت پاک کی صاف و سیدھی راہ ہے، جس پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ کی رضا اور بہشت کا دائمی سرور حاصل کر سکتا ہے۔ ہم نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے ہیں:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ (فاتحہ-آیت ۵-۶)

ترجمہ: ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

جس سیدھے راستے کا ہم سوال کرتے ہیں وہ دین اسلام کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تابعداروں کا راستہ ہے۔ کتاب اللہ اور اس کی عملی شرح حدیث شریف پر چلنے والوں کے نقش قدم پر چلنے کا ہم سوال کرتے ہیں وہ حضرات انبیاء علیہم السلام صدیقوں، شہیدوں اور نیکوں کا گروہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء-آیت ۶۹)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہو، تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔ وہ نبی، اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہ کیسے اچھے رفیق ہیں۔

دوسری ٹیڑھی راہ ہے جو کافروں اور نافرمانوں کی راہ ہے۔ یہ ان کی راہ ہے جو اپنے نفس کے بندے ہیں۔ جنہیں شریعت کے سیدھے راستے سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ نفس اور شیطان کے فریب میں آ کر اپنی ساری کوشش اور ہمت ان کاموں میں کھپا دیتے ہیں جن سے ان کے نفس کی خوشنودی مقصود ہو۔ ہم جس وقت نماز میں اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستے کا سوال کرتے ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں مغضوب اور گمراہوں کے راستہ سے بچا:

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ (فاتحہ-آیت ۷)

ترجمہ: جن پر نہ تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

یعنی ہم یہودیوں کی طرح نہ ہو جائیں جو حق کو چھوڑ کر اور احکام الٰہی کی خلاف ورزی کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوئے۔ اور نہ نصاریٰ کی طرح ہوں جنہوں نے اتباع حق کو چھوڑ دیا۔ توحید کی راہ سے بھٹک کر تثلیث پرستی کی غلط راہ اختیار کی۔ مزید برآں دونوں فرقوں نے کفر کی راہ اختیار کر کے اپنی آخرت برباد کر لی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی راہ سے بچائے۔

بدترین مخلوق

جو لوگ دین اسلام سے بیگانہ ہیں وہ بدترین مخلوق ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے مقصد حیات کو بھلا دیا ہے۔ اور تعلق باللہ کو خراب کر لیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ (البینۃ-آیت ۶)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اہل کتاب میں سے منکر ہوئے اور مشرکین، وہ دوزخ کی آگ میں ہوں گے۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی لوگ بد ترین مخلوقات ہیں۔

بہترین مخلوق

ان کے برعکس مقصد حیات کے مطابق زندگی بسر کرنے والے بہترین مخلوق ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَاۤؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ (البینۃ-آیت ۷، ۸)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے۔ اور نیک کام کیے۔ یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں، ہمیشہ رہنے کے بہشت ہیں، ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان سے اللہ راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

نیکوں کے راستہ پر چلو

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (لقمان-آیت ۱۵)

ترجمہ: اور ان لوگوں کی راہ چل جو میری طرف رجوع ہو گئے۔ پھر تمہیں لوٹ کر میرے ہی پاس آنا ہے۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔

رجوع الی اللہ لوگ ہی قیامت کے دن بلند مرتبے پائیں گے۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۙ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَاۤءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝ (ق-آیت ۳۲، ۳۵)

ترجمہ: جو کوئی اللہ سے بن دیکھے ڈرا، اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اس (جنت) میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔ ہمیشہ رہنے کا دن یہی ہے۔ انہیں جو کچھ وہ چاہیں گے وہاں ملے گا۔

اور ہمارے پاس اور بھی بہت زیادہ ہے۔

یعنی جنہوں نے خدا کو یاد رکھا، اور گناہوں سے محفوظ ہو کر اس کی طرف رجوع ہوئے، اور بے دیکھے اس کے قہر و جلال سے ڈرے اور ایک پاک و صاف رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوئے۔ اس جنّت کا وعدہ ایسے لوگوں سے کیا گیا تھا۔ وقت آ گیا ہے کہ سلامت و عافیت کے ساتھ اس میں داخل ہوں۔ فرشتے اُن کو سلام کریں، اور ان کے پروردگار کا سلام پہنچائیں۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: "اس دن جس کو جو کچھ ملا، سو ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس سے پہلے ایک بات پر ٹھہراؤ نہ تھا۔"

یعنی جو چاہیں گے وہاں ملے گا اور اس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو اُن کے خیال میں بھی نہیں تھیں۔ مثلاً دیدارِ الٰہی کی لذّت بے قیاس اور ممکن ہے۔ "وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ" سے غرض ہو کہ ہمارے پاس بہت ہے۔ جتنا ہی مانگیں گے دیا جائے گا۔ اللہ کے ہاں اتنا دینے پر کوئی کمی نہیں آتی۔ نہ اس کے لیے کوئی رُکاوٹ ہے۔ پس اتنی بے حساب و بے شمار عطا یا مستبعد نہ سمجھو۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم۔" (حضرت مولانا عثمانیؒ)

۲۔ وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ (الزمر۔ آیت ۵۴)

ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کا حکم مانو۔ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے۔ پھر تمہیں مدد نہ مل سکے۔

بدکاروں کے راستہ پر نہ چلو

اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کوہ طور پہاڑ پر تشریف لے جانے لگے تو اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو وعظ کے طور پر فرمایا:

وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (الاعراف۔ آیت ۱۴۲)

ترجمہ: اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ میری قوم میں میرا جانشین رہ اور اصلاح کرتے رہو اور مفسدوں کی راہ پر نہ چل۔

حاصل یہ نکلا

کہ مفسدوں کی راہ پر چلنے کی ممانعت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ان کے طور طریقوں سے دور رہیں۔ مفسد وہ ہے جو شریعت کے احکام کے مطابق زندگی بسر نہ کرے۔ اور شرعی احکام کے برخلاف چلے۔

ایک بہت بڑے سرمایہ دار قارون کو فسادی بننے سے روکا گیا تھا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فسادی کو ناپسند فرماتا ہے:

وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (القصص۔ آیت ۷۷)۔

ترجمہ: اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر۔ اور اپنا حصّہ دنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ بے شک اللہ فساد کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر

مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ سرہ العزیز

"اس دولت سے کچھ آخرت کے لیے بنا لو اور زمین میں رہ کر فساد نہ کرو۔"

جو فسادی ہیں اور دین کے احکام کے خلاف چلتے ہیں وہ اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ز اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ۝ (ص۔ آیت ۲۸)

ترجمہ: کیا ہم کر دیں گے ان کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کی طرح جو زمین میں فساد کرتے ہیں۔ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے۔

کافروں کی غلط چال

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَ لْنَحْمِلْ خَطٰیٰكُمْ ط وَ مَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ ۝ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَ لَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَ لَیُسْـَٔلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝

(العنکبوت۔ آیت ۱۲-۱۳)

ترجمہ: اور کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے طریقہ پر چلو۔ اور ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے۔ حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں کچھ بھی اٹھانے والے نہیں۔ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ اور البتہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے، اور اپنے بوجھ کے ساتھ اور کتنے بوجھ۔ اور البتہ قیامت کے دن ان سے ضرور پوچھا جائے گا، ان باتوں کے متعلق جو وہ بناتے تھے۔

قُربِ الٰی اللہ کی تلاش

مسلمانو! ان کے جھوٹے بہکاوے میں آ کر ان کی غلط راہ پر نہ چلو۔ بلکہ قرب الی اللہ کا راستہ تلاش کرو۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ۔ آیت ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کا قرب تلاش کرو۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور تمہاری کوشش بار آور ہو۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (عنکبوت۔ آیت ۶۹)

ترجمہ: اور جنہوں نے ہمارے لیے کوشش کی۔ ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سجھا دیں گے۔ بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

قربِ الٰہی کا راستہ

قرآن مجید بتاتا ہے۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ج فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ۝ (المزمل۔ آیت ۱۹)

ترجمہ: بے شک یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے۔ پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف آنے کا راستہ بنا لے۔

نیکوں کے ساتھ اچھا سلوک ہوگا

جو لوگ شریعت کی راہ پر چلیں گے ان کے ساتھ قیامت کے دن بڑا اچھا سلوک ہو گا۔

(۱) یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ج فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ط (الانشقاق۔ آیت ۶ تا ۹)

ترجمہ: اے انسان! تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر

رہا ہے۔ پھر اسے جا ملے گا۔ پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا تو اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے اہل و عیال میں خوش واپس آئے گا۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام

مولینا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

"یعنی رب تک پہنچنے سے پہلے ہر آدمی اپنی استعداد کے موافق مختلف قسم کی جد و جہد کرتا ہے۔ کوئی اس کی اطاعت میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے۔ کوئی بدی اور نافرمانی میں جان کھپاتا ہے۔ پھر خیر کی جانب ہو یا شر کی، طرح طرح کی تکلیفیں سہہ سہہ کر آخر پروردگار سے ملتا اور اپنے اعمال کے نتائج سے دو چار ہوتا ہے۔

(سوف حسابًا یسیرًا) آسان حساب یہ ہی کہ بات بات پر گرفت نہ ہو گی۔ محض کاغذات پیش ہو جائیں گے۔ اور بدوں بحث و مناقشہ کے سستے چھوڑ دیے جائیں گے۔

(و ینقلب الی اھلہ مسرورًا) نہ سزا کا خوف رہے گا نہ غصہ کا ڈر۔ نہایت امن و اطمینان سے اپنے احباب و اقارب اور مسلمان بھائیوں کے پاس خوشیاں مناتا ہوا آ جائے گا۔

(اللّٰہم اجعلنا منہم)۔

(۲) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ج وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ٥ (النمل۔ آیت ۸۹)

ترجمہ: جو نیکی لائے گا سو اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔ اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بھی امن میں ہوں گے۔

بدکاروں کا حشر

(۱) وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ٥ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ٥ وَّ يَصْلٰى سَعِيْرًا ٥ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ٥ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ٥ بَلٰۤى ج اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ٥ (الانشقاق۔ آیت ۱۰ تا ۱۵)۔

ترجمہ: اور لیکن جس کو اعمال نامہ پیٹھ پیچھے سے دیا گیا تو وہ موت کو پکارے گا۔ اور دوزخ میں داخل ہو

میں بڑا خوش و خرم تھا۔ بے شک اس نے سمجھ لیا تھا کہ ہرگز نہ لوٹ کر جائے گا۔ کیوں نہیں بے شک اس کا رب تو اس کو دیکھ رہا تھا۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلامؒ

"یعنی پیٹھ پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پکڑا جائے گا۔ فرشتے سامنے سے اس کی صورت دیکھنا پسند نہیں کریں گے۔ گویا غایت کراہیت کا اظہار کیا جائے گا۔ اور ممکن ہے کہ پیچھے کو مشکیں بندھی ہوں۔ اس لیے اعمالنامہ پشت کی طرف سے دینے کی نوبت آئے۔

(انہ کان ..... مسرورًا) یعنی دنیا میں آخرت سے بے فکر تھا۔ اس کا بدلہ یہ ہے کہ آج سخت غم میں مبتلا ہونا پڑا۔ اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر میں گھلے جاتے تھے۔ ان کو آج بالکل بے فکری اور امن چین ہے۔ کافر یہاں مسرور تھا مومن وہاں مسرور ہے۔

(انہ ظن ..... یحورًا) اسے کہاں خیال تھا۔ کہ ایک روز خدا کی طرف واپس ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے۔ اسی لیے گناہوں اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا۔

(بلٰی ..... بصیرًا) یعنی پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا کہ اس کی روح کہاں سے آئی۔ بدن کس چیز سے بنا۔ پھر کیا اعتقاد رکھا۔ کیا عمل کیا۔ دل میں کیا بات تھی۔ زبان سے کیا نکلا۔ ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا، اور موت کے بعد اس کی روح کہاں گئی۔ اور بدن کے اجزاء بکھر کر کہاں کہاں پہنچے۔ وغیرہ۔ ذالک۔ جو خدا آدمی کے احوال سے اس قدر واقف ہو اور ہر جزئی و کلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو، کیا گمان کر سکتے ہو کہ وہ اس کو یوں ہی مہمل اور معطل چھوڑ دے گا۔ ضرور ہے کہ اس کے اعمال پر ثمرات و نتائج مرتب کرے۔

(۲) وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ ط هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥

ترجمہ: اور جو برائی لائے گا سو ان کے منہ آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے۔ تمہیں وہی بدلہ مل رہا ہے جو تم کرتے تھے۔

(اللّٰہم لا تجعلنا منہم)

مخیر حضرات سے

دردمندانہ اپیل

مدرسہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم جسے اہل سنت والجماعت دیوبندی علماء کرام کی سرپرستی حاصل ہے۔ ایک عرصہ سے تبلیغ و تعلیم کے ذریعہ اسلام کی خدمت سر انجام دے رہا ہے تا حال مدرسہ کی قیام جامع مسجد گنبد والی میں ہی ہے۔ مدرسہ نے تھوڑے عرصہ میں اس قدر ترقی کی کہ مسجد کی وسعتیں اس کے لئے ناکافی ہو گیں بیرونی مسافر طلبہ کے کی رہائش۔ اساتذہ کے لئے درسگاہیں، باورچی خانہ اور دیگر ضروریات کے لئے ایک وسیع جگہ کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ چنانچہ ایک وسیع جگہ کا سودا ہو گیا ہے۔ ادائیگی رقم کی معیاد قریب ہے لیکن تا حال پوری رقم فراہم نہیں ہو سکی۔ جگہ کے لئے فی الحال ایک کثیر رقم کی ضرورت ہے لہذا دردمندانِ اسلام سے اپیل ہے کہ مدرسہ کی مختلف مدات زکوٰۃ، صدقات، چرمہائے قربانی اور عطیات وغیرہ سے معاونت فرما کر صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔

مولانا عبد اللطیف، مہتمم مدرسہ حنفیہ تعلیم السلام جامع مسجد گنبد والی جہلم۔

گزشتہ سے پیوستہ

علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا

درسِ قرآن

واہ کینٹ میں

مرتبہ عثمان غنی بی اے

آگے ارشاد فرمایا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ وضاحت کر دی کہ یہ صراطِ مستقیم کون سا راستہ ہے۔ جیسا کہ میں نے تمہید میں عرض کر دیا فرمایا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یہ راستہ ہے ان لوگوں کا جن پر تو نے اپنے انعام کیے یعنی یہ راستہ تحقیقی نہیں ہے، تقلیدی ہے۔ ایک آدمی اپنے دماغ سے کہہ دے کہ جی صراط مستقیم وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ میں نے بڑی کوشش کی، میں نے بڑا مغز مارا ہے، بڑی جان کھپائی ہے لیکن مجھے پتہ چل گیا ہے اپنی دماغی قوتوں سے، اپنے علم سے اور تجربے سے کہ جو میں کہہ رہا ہوں یہ صراط مستقیم ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ نہیں تمہارا صراطِ مستقیم میرے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔ میرے نزدیک قابل قبول وہ صراطِ مستقیم ہے جو اُن لوگوں کا اختیار کردہ ہے جن پر میں نے انعام و اکرام کئے ہیں۔ اب اگر دُنیا کے سارے عُقلاء علم کے زور سے، تجربے کے زور سے، دلائل کے زور سے یہ ثابت کر دیں کہ شراب حلال ہے اور شراب کا پینا صراطِ مستقیم ہے تو ہم یہ کہہ دینگے اور اس کہنے میں ہم حق بجانب ہوں گے کہ تمہارے سارے عقول ناقص ہیں۔ جس نے صراطِ مستقیم وضع کیا ہے۔ رَبُّ العٰلمین۔ اس کے سب نبی یہ کہتے ہیں کہ شراب نجس ہے اور آخری پیغام میں قرآن فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ … فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ یہ تو گندگی ہے۔ اس لیے تمہارا اختیار کردہ راستہ صراطِ مُستقیم نہیں ہے بلکہ صراطِ مُستقیم وہ ہے جو جناب محمد الرسول اللہؐ پیش کرتے ہیں۔ اور وہ گروہ کونسا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ وہ منعم علیہ کون سا گروہ ہے جس پر میری نعمتیں ہیں … نبی … پہلا نمبر نبی کا۔ جس کو میں نے اپنے کلام سے نوازا، جس کو میں نے اپنی ساری مخلوقات میں سے چُن کر یہ بتایا کہ دنیا کے کروڑوں انسان اس وقت تک میرے ہاں قابلِ قبول نہیں ہو سکتے جب تک اس پر ایمان نہ لائیں۔ کوئی بھی نبی گزرا ہو دنیا میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری مراد سچے نبیوں سے ہے اور دوسرا نمبر ہے صِدّیق کا۔ صِدّیق کہتے ہیں اس انسان کو جو اپنے عمل سے، اپنی بات کو سچا ثابت کر دے۔ ایک ہے صادق سچ کہنے والا۔ زبان سے سچ کہا، مثلاً جیسے ہم کہہ دیتے ہیں، خدا کو مانتے ہو، بالکل مانتے ہیں۔ اور جب دُودھ بیچنے کو جاتے ہیں اور کوئی پُوچھے کیا دُودھ میں پانی ہے؟ توبہ کرو جی۔ ایک سیر پانی ہے اور اس میں ایک پاؤ دودھ ہے۔ خدا کو ہم ضرور مانتے ہیں۔ یہ صِدّیقیت نہیں یہ تو کذّابیت ہے۔ صِدّیق وہ ہے جو زبان سے کہا اس پر عمل بھی کیا۔ اُسے کہتے ہیں صدّیق۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں حضرت ابراہیم کے متعلق فرمایا: وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ ابراہیم جو تھے جو زبان سے نکالا اس پر سچے اُترے۔ سورۂ بقر میں ہے نا جو پہلے ہی پارے میں ہے کہ حضرت ابراہیم کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُن سے کہا: اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ ابراہیم! میرا مطیع ہو جا۔ کیا عرض کیا؟ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ بس میں مطیع ہو گیا۔ پھر کیسے مطیع بنے؟ اس پر سچے اُترے کہ نہ اُترے؟ ابھی گھر ہی تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ابراہیم مقابلہ کرو اِس نمرود کا اور نمرودیوں کا۔ آپ کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ آپ ثابت قدم رہتے ہیں۔ اسلام ہُوا کہ نہ ہُوا؟ پھر حکم ہوتا ہے کہ اے ابراہیم اس اپنے بچے کو اور اس اپنی بیوی کو یہاں سے نکالو اور میرا وہ گھر جو میں بنانے والا ہوں جس کی جگہ میں تجھے بتاؤں گا وہاں جا کر چھوڑ دو۔ وَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ۔ جہاں پر نہ کوئی پارک ہے، نہ ہوٹل ہے، نہ کوئی مکان ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ پانی تک نہیں ہے۔ عرض کیا بالکل ٹھیک ہے۔ صِدّیق ہوئے نہ ہوئے؟ بخاری میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم اپنی زوجۂ محترمہ کو اور حضرت اسمٰعیل کو لے کر وہاں پہنچتے ہیں خانے کعبے کے قریب جیسے قرآن نے فرمایا: وَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔ ایسی وادی جو غیر ذی زرع ہے۔ اس میں کوئی سبزہ نہیں ہے۔ مگر اللہ کا گھر وہاں موجود ہے۔ اللہ کے گھر کے نشانات وہاں موجود تھے تو جب واپس آنے لگے کھجوروں کا کچھ تھوڑا سا حصّہ اور پانی کا ایک مشکیزہ اپنی زوجۂ محترمہ کے حوالے کیا اور فرمایا کہ بس اب میں واپس جا رہا ہوں عراق۔ تو جان اور تیرا کام جانے۔ تجھے اب یہیں رہنا ہے: اِس بچے نے بھی یہیں رہنا ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ آپ کی زوجۂ محترمہ نے آپ کے دامن کو پکڑ لیا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی یہ کیا ہے؟ ہمیں کہاں چھوڑ کر

آپ جا رہے ہیں؟ میرے دوستو اور میرے بھائیو ہم اس تخیّل کو دماغ میں نہیں لا سکتے جو وہاں پر ہوا۔ ہم میں سے کون ہے؟ ہم تو نماز با جماعت نہیں پڑھتے ارے میاں رات نماز میں نہیں آئے؟ اجی رات گھر میں کوئی نہ تھا۔ گھر والے اکیلے تھے اور میں نے گھر ہی میں نماز پڑھ لی یعنی ہم مسجد نہیں جا سکتے اپنے بیوی بچّوں کو علیحدہ چھوڑ کر۔ جماعت کے ساتھ نماز اس بہانے سے نہیں پڑھتے اور ایک یہ ہیں اللہ کے نبیِ صدیق صدیقیت بڑی اونچی بات ہے۔ تو زوجہٗ محترمہ آپ کے دامن کو پکڑ لیتی ہیں۔ اور حق تھا ان کو کہ لے میرے خاوند، اے میرے شوہر نامدار صلی اللہ علیک وسلّم آپ کہاں جا رہے ہیں؟ یہ چھوٹا بچّہ اسمٰعیل دُودھ پینے والا بچہ اور یہ پانی کا ایک مشکیزہ اور تھوڑی سی کھجوریں۔ اور یہاں نہ کوئی بازار نہ کوئی مارکیٹ نہ کوئی شہر نہ کوئی پڑوسی۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ آپ نے ایک جواب فرمایا بِھٰذَا اَمَرَنِیْ رَبِّیْ۔ اے میری بیوی! مجھے میرے رب نے اس بات کا حکم دیا ہے۔ بس۔ تو حدیثوں میں حضورؐ فرماتے ہیں کہ آپ نے دامن چھوڑ دیا اور عرض کیا تبس اب جائیں۔ جس اللہ کا حکم ہے وُہ اللہ میرا نگہبان ہے۔ کتنی متوکّل بیوی تھی؟ سبحان اللہ۔ ایسی بیویاں اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے ہماری بچیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نیک صالح فرمائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا ایمان اور اعتماد رکھیں۔ تو یہ صدیقیت ہوئی نا؟ پھر وہی بچّہ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ اے میرے بیٹے اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تیرا کیا خیال ہے؟ نبی کا خواب بھی الہام ہوتا ہے۔ نبی بڑی اونچی ذات ہوتی ہے۔ نبی کوئی لیڈر نہیں ہوتا یا کوئی خالی مبلّغ نہیں ہوتا لیکن نبی نبی ہوتا ہے۔ نبوت بڑی اونچی چیز ہے۔ نبی نیند میں بھی نبی۔ نبی زمین پر بھی نبی۔ نبی آسمان پر بھی نبی۔ نبی گھر میں بھی نبی۔ نبی باہر بھی نبی۔ نبی مسجد میں بھی نبی۔ نبی سوتے میں بھی نبی۔ نبی بیٹھتے میں بھی نبی۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے بستر میں بھی جبریلؑ آئے جناب محمد الرّسُول اللہ کے پاس۔ نبی ہر حال میں نبی۔ نبی اس وقت بھی نبی قیامت تک نبی ہیں جناب محمد الرسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم۔ نبی ہر وقت نبی۔ نبوّت بڑا اُونچا مقام ہے۔ نبوّت ایسی چیز نہیں جو سلب ہو سکے یا مرتفع کر دی جائے۔ تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام صدیق ہیں۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ میں بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔ پوچھتے ہیں بیٹے سے کہ بچے کیا کیا جائے بیٹا جواب میں کیا کہتا ہے؟ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۰ اے ابّا جی جس بات کا امر ہے۔ دیکھیے تو صرف اسمٰعیل بچّے ہیں، لیکن نبی ہونے والے ہیں نا۔ نبی الانبیاء کے دادے ہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ ابّا جی میں سمجھ گیا آپ نے مجھے تو یہ بتایا نا کہ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ۔ سبحان اللہ! قرآن اللہ مجھے اور آپ کو بھی سمجھائے بھائی۔ بڑی پیاری بات ہے اللہ تعالیٰ کی باتیں بڑی پیاری ہوتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام جانتے ہیں کہ مجھے جو خواب میں حکم ہوُا ہے یہ وحی ہے، لیکن بیٹے کے سامنے تعبیر کیا فرمائی؟ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ اے میرے بچّے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بچّہ کیا کہتا ہے؟ اگر یہ فرماتے نا کہ مجھے حکم ہوُا ہے تو پھر تو چارۂ کار نہیں تھا، حضرت اسمٰعیلؑ انکار نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن آپ اپنے بچّے کی ذہنی قوتوں کو، ایمانی قوتوں کو اس صورت پر پرکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں تو بتا تیری کیا رائے ہے؟ آپ عرض کرتے ہیں کہ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ اے میرے ابّا افْعَلْ تو کر گزر مَا تُؤْمَرُ جس کا تجھے حکم ہوُا ہے۔ یہ نہیں فرمایا جو خواب میں تُو نے دیکھا ہے پُورا کر لے یعنی بتایا کہ میرے ابّا جی میں جانتا ہوں تیرا خواب بھی اللہ کا حکم ہے۔ وہ بھی الہام ہے۔ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ آپ دیکھیں گے کہ میں بڑا صبر کروں گا اور قرآن نے پھر گواہی دی وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ اے میرے حبیب اس کتاب میں اسمٰعیل کا بھی ذکر کر دے اِنَّہٗ صَادِقَ الْوَعْدِ وہ اپنے وعدے میں پُورے اُترے۔ باپ کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا نا کہ آپ مجھے ذبح کریں گے تو دیکھیں گے کہ میں ثابت قدم رہونگا اُس میں آپ پُورے اُترے۔ تو صِدّیق کہتے ہیں اُس ذات کو، اس انسان کو جو اپنے قول کو اپنی عملی زندگی میں پورا کر کے دکھائے۔ تو ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ کون ہیں؟ وہ منعم علیہم لوگ ہیں۔ اور تیسرے نمبر پر شہید ہے شہید کہتے ہیں اس ذات کو اصطلاحی طور پر کہ جو ذات اپنے قول، اپنے عمل میں اس حد تک آگے چلی جائے کہ جان کی پرواہ بھی نہ کرے۔ یہ جو لوگ شہید ہوتے ہیں راہِ حق میں، کس لیے شہید ہوتے ہیں؟ اُن کو اپنے عندیے پر یقین ہوتا ہے کہ جو میرا عندیہ ہے یہ بالکل ٹھیک ہے میں اپنی جان تو دے دوں گا لیکن نظریے کو نیچے نہیں آنے دوں گا۔ حضرت جعفرِ طیّارؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو جناب محمد الرّسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا زاد بھائی ہیں اُن کے متعلق مشہور ہے کہ غزوۂ تبوک

ہیں آپ تشریف فرما تھے۔ آپ کے دائیں ہاتھ میں تھا عَلَمِ نبویؐ جسے عُقاب کہا جاتا ہے اس کو آپ نے گرنے نہیں دیا۔ دائیں ہاتھ کو جب کاٹا گیا تلوار لگی تو بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا بائیں ہاتھ کو جب کاٹا گیا تو اپنی دونوں کہنیوں میں اس جھنڈے کو تھام لیا۔ جب کہنیاں بھی کٹ گئیں تو منہ میں تھام لیا کہ عَلَمِ نبویؐ نیچے نہ گرے۔ اور جب گردن کٹی تو بعض تاریخوں میں آتا ہے کہ آپ کے منہ سے وہ لکڑی نکالی گئی جو دانتوں میں پھنسی ہوئی تھی اور جعفر طیارہ کا لقب پایا۔ جب حضرت جعفرؓ کے گھر میں خبر پہنچی کہ جعفرؓ شہید ہوگئے حضورؐ تشریف لے آئے۔ گھر میں رونے کی آواز آ رہی تھی۔ پوچھا کیوں روتی ہو؟ عرض کیا رونے کی تو بات ہی ہے۔ فرمایا۔ رَاَیتُ جَعفَرَ یَطِیرُ بِجَنَاحَیہِ فِی الجَنَّۃِ۔ میں نے دیکھا کہ جعفرؓ اپنے دونوں پروں کے ساتھ جنّت میں تیر رہا ہے۔ رونے کی کونسی بات ہے؟ طیار لقب پایا۔ تیرنے والا، اڑنے والا۔ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اس کی شرح میں اپنی کتاب کوکب دری میں فرماتے ہیں یطیر بجناحیہ بجسدہ الشریف۔ دونوں پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے یعنی اپنے بدن کے ساتھ اڑ رہا ہے، جنت میں۔ میں نے جعفرؓ کو دیکھا۔ تو حضرت جعفرؓ نے جھنڈے کو نیچے نہیں گرنے دیا۔ اپنی جان کی بازی لگا دی۔ عندیہ اسی کو کہتے ہیں۔ جو قومی نظریئے ہوتے ہیں یا دینی نظریئے ہوتے ہیں وہ یہی نظریئے ہوتے ہیں۔ آپ کو شاید یاد ہوگا اکثر آپ دوست لکھے پڑھے ہیں۔ پچھلے دنوں میں جب چین کے وزیر اعظم چو این لائی صاحب آئے تھے ہمارے ہاں مہمان ہو کر تو کراچی کی شاید کسی تقریب میں ان کے استقبال کے لئے جھنڈیاں ونڈیاں باندھی گئیں۔ دونوں قسم کی جھنڈیاں تھیں۔ پاکستانی جھنڈیاں بھی تھیں اور چینی جھنڈیاں بھی تھیں۔ تو ایک جھنڈی رسی سے ٹوٹ کر قالین پر گر پڑی۔ جب چو این لائی آئے تو انہوں نے اس جھنڈی کو زمین پر سے اٹھا لیا۔ کیوں اٹھایا؟ وہ سمجھتے تھے کہ یہ میرا ملکی نشان ہے۔ کاغذ کی چھوٹی سی جھنڈی زمین پر گری پڑی تھی اس کو اٹھا کر اپنے سیکرٹری کے حوالے کر دیا کہ اس کو زمین پر مت گرنے دیا جائے۔ میں نہیں دیکھ سکتا کہ میری آنکھوں کے سامنے چین کا جھنڈا یا اس کا نشان زمین پر گرے۔

میری باتوں سے آپ ناراض نہ ہوں، یہ دینی مجلس ہے۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے

محمد امین، بورسٹل لاہور

ماہِ رمضان

(شَهرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنزِلَ فِیهِ القُرآنُ)

رمضان شریف کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ گویا رمضان کا مہینہ قرآن کی سالگرہ کا مہینہ ہے اور لیلۃ القدر سالگرہ کی رات ہے۔

رمضان کا لفظ رمض سے نکلا ہے جس کے معنی گرم کرنے تپانے یا کٹھالی کے ہیں کٹھالی جس میں سنار سونے کو نکھارتا ہے۔ اسی طرح رمضان شریف کا مہینہ بھی خدا کی رحمت کا مہینہ ہے جس میں خداوند تعالےٰ اپنے بندوں کو اپنی رحمت اور مغفرت سے بخش دیتا ہے اور روزے دار کو جسمانی اور روحانی طور پہ پاک اور صاف کر دیتا ہے۔

لفظ روزہ غالباً روز کی تصغیر ہے روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں۔ صیّام صوم کی جمع ہے۔ صوم کے لغوی معنی رکنے کے ہیں اور اصطلاح میں سحری سے افطاری تک کھانے پینے سے، رکنا مراد ہے اور روحانی طور پر جھوٹ، چغلی اور گالی گلوچ سے بچنا لیا جاتا ہے۔ ورنہ محض کھانے پینے سے رکنا (DIETING) تو ہو سکتا ہے روزہ نہیں ہو سکتا۔ روزے کی روح یہی ہے کہ کھانے پینے کے علاوہ باقی برائیوں سے بھی بچا جائے۔ اسی کو تقویٰ کہتے ہیں اور یہی خدا کی مرضی ہے کہ اس کا روزے دار بندہ متقی بن جائے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہے:

یَاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِکُم لَعَلَّکُم تَتَّقُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

بچو! قرآنی احکام پہ غور کرو اور سوچو کہ کس محبت کے انداز میں خدا نے خطاب کیا ہے شروع میں ایمان والے کہہ کر پکارا، پھر روزے کی فرضیت فرمائی اور ساتھ ہی حوصلہ دیا کہ تم بھی

ہیں، بلکہ خود کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم کا وہ جھنڈا، وہ شعارِ اسلامی، ہماری سفید ڈاڑھیاں ہوتی ہیں، مونڈ کر نالیوں میں ڈال دیتے ہیں کہتے ہیں جی ڈاڑھی میں کیا رکھا ہے؟ ڈاڑھی میں بھی کچھ نہیں رکھا، نماز میں بھی کچھ نہیں رکھا روزے میں بھی کچھ نہیں رکھا، زکوٰۃ میں بھی کچھ نہیں رکھا۔ تو رکھا کہاں ہے؟ بتا دیا جائے تاکہ وہاں سے لے کر جیب میں ڈال دیا جائے محمد الرسول اللہ صلعم کی کوئی بھی سنت ہو میرے بھائی — چھوٹی ہو یا بڑی ہو — جس سے جناب محمد الرسول اللہ صلعم کو پیار تھا، وہ ہمارے لئے باعثِ احترام ہونی چاہیئے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ڈاڑھی والے ولی بن جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ڈاڑھی والے بے ڈاڑھی سے زیادہ گنہگار ہوں۔ یہ ہو سکتا ہے، ایک آدمی ڈاڑھی منڈاتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کے کچھ اعمال اتنے اچھے ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول ہو جائے۔ اور ایک ڈاڑھی والا اتنا مجرم ہو کر وہ خدا کے ہاں مردود ہو جائے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ تو ماننا پڑے گا نا کہ شعار محمد الرسول اللہ کی تعظیم اور ادب کس نے کیا۔ میں بات عرض کر رہا ہوں، آپ میری باتوں سے ناراض نہ ہوں، یہ شعائر جو ہوتے ہیں قوموں کے، اسی کو یونیفارم کہا جاتا ہے، اسی کو ثقافت کہا جاتا ہے۔ ثقافت کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ گھنگھرو باندھ دیئے جائیں اور ناچنے لگیں۔ ثقافت یہ ہے کہ ہم پہچان لئے جائیں کہ یہ کونسی قوم ہے۔ ہمارا وہ یونیفارم ہو کہ ہمیں پہچان لیں۔ دوسری ملتیں کہ یہ کونسے لوگ ہیں۔ کیا یہ محمد الرسول اللہ صلعم کا کلمہ پڑھنے والے ہیں یا کسی دوسرے کو ماننے والے ہیں۔ جب اس بات کا احساس پیدا ہو جائے کہ فلاں کام یا فلاں چیز ہمارے قومی اور ملی شعار میں ہے تو پھر عمل میں آ جاتی ہے۔ مجاہد دکن سیّد محمد قاسم رضوی نے فرمایا کہ میں محرم کی تعطیلات میں ڈاڑھی نہیں منڈایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ۱۹۳۹ء میں جب تعطیلات کے بعد حسبِ معمول ڈاڑھی صاف کرنے بیٹھا تو فوراً خیال آ گیا کہ یہ بال تو جناب

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

پر روزے فرض نہیں کئے بلکہ پہلی امتوں پر بھی روزے فرض رہے ہیں۔ البتہ نوعیت اور تعداد ضرور مختلف رہی ہے۔

پیارے بچو! آخری دو الفاظ پر غور کرو کہ روزے سے خدا کی مرضی کیا ہے؟ یہی کہ تقویٰ پیدا ہو جائے یعنی کہ خدا کا خوف پیدا ہو جائے۔ ایسے بندے کو متقی کہتے ہیں اور یہی روزے کا مقصد ہے۔ تقویٰ کے معنی پرہیز کرنے کے ہیں۔ یعنی کھانے پینے سے پرہیز کے علاوہ ہر برائی سے پرہیز کیا جائے اصطلاح میں تقویٰ سے مراد خدا سے ڈرنا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ انسان گناہوں سے اس طرح بچ بچا کر نکل جائے جس طرح کانٹے دار جھاڑیوں میں سے گزرنے والا مسافر اپنے کپڑے بچا کر نکل جاتا ہے یا زبان کا نرم ٹکڑا نکیلے دانتوں میں رہ کر بھی ان کی زد سے بچا رہتا ہے شریعت کی حدود میں ایک فتویٰ ہوتا ہے اور طریقت میں تقویٰ جس کا مطلب ہے کہ گناہ کے شائبے تک سے بھی بچا جائے۔ ایسے پرہیزگار کو متقی کہتے ہیں۔ گویا گناہ سے بچنے کا دوسرا نام تقویٰ ہے۔

روزوں میں حلال چیزوں پر پابندی لگا کر خدا کا منشا یہ ہے کہ اس طرح حلال پر نظم وضبط کی پابندی سے اتنا خدا کا ڈر پیدا ہو جائے کہ حرام سے بچنا آ جائے۔ پس خدا جس طرح روزے میں حلال چیزوں سے بچنے کی مشق کراتا ہے یعنی ہم سحری سے افطاری تک خدا کی حلال کردہ اشیاء بھی نہیں کھاتے یہ سب اس بات کی مشق ہے کہ عید کے بعد یہ عادت پکی ہو جائے کہ حرام کردہ چیزوں کے پاس بھی نہ جائیں یہ بھی خدا کی رحمت ہے کہ وہ ہمیں حلال کھانے کا خوگر بنانے کے لئے روزے کا حکم دیتا ہے دراصل یہ سب ہماری بخشش کے سامان ہیں جو وہی مہیا کرتا ہے اور یہ سب سامان اپنی رحمت و مغفرت اور نجات کے لئے بہم پہنچائے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ رمضان کا پہلا عشرہ رحمت دوسرا عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ نجات ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مومن بندے پر پہلے روزے سے ہی خدا کی رحمت نازل ہو جاتی ہے اور عام گناہ گار دس روزوں کی برکت سے مغفرت حاصل کر کے اس کی رحمت کا حقدار ہو جاتا ہے اور کبیرہ گناہ کرنے والا بیس روز تک توبہ استغفار کر کے روزے اور قرآن کی برکت سے خدا کی رحمت میں شامل ہو کر نجات کا مستحق ہو جاتا ہے۔ گویا اس طرح رمضان شریف ہیں سب کی نجات کے سامان بن جاتے ہیں۔

رحمتِ حق بہانہ مے جوید

پھر لیلۃ القدر کی برکات جو تراسی سال چار مہینے رات دن کی عبادت سے بڑھ کر صغیرہ کبیرہ سب گناہ خدا کی رحمت سے دھل جاتے ہیں یہی خدا کا منشا ہے اور یہی لفظ رمضان کے معنی ہیں۔

پیارے بچو! پیٹ کا روزہ یہ ہے کہ سحری کھاؤ اور شام کو افطار کرو، مگر باقی اعضا کا بھی روزہ ہوتا ہے۔ منہ کا روزہ یہ ہے کہ جھوٹ، چغلی اور گالی گلوچ سے پرہیز کیا جائے۔ فرمایا جس نے ان چیزوں سے اپنے آپ کو نہ بچایا اسے بھوکا رہنے کی ضرورت نہیں یوں سمجھیے کہ جس طرح ڈاکٹر حکیم دوا کے ساتھ پرہیز بھی بتاتے ہیں اسی طرح روزے کی یہ پرہیز ہے کہ ہم منہ، کان، آنکھ اور دست و پا کی برائیوں سے بچیں اگر یہ نہیں تو ایسا ہی ہے جیسے اکسیر میں زہر ملا لیا جائے جس کا نتیجہ موت ہے۔ جسم کے ساتھ تمام اعضاء کو برائی سے بچانا بھی پرہیز میں شامل ہے۔ بعض لوگ روزے کو بہلاتے ہیں، تاش اور سینما میں مصروف رہتے ہیں اور اس طرح ذہنی عیاشی اور جنسی لذت کے لئے فحش کتابیں پڑھتے ہیں ایسے لوگوں کا روزہ زیادہ کھانے سے پرہیز تو ہو سکتا ہے روزہ نہیں ہو سکتا اسے جسد بے روح کہہ سکتے ہیں روزہ نہیں کہہ سکتے۔

جن لوگوں کو سارے جسم بمعہ اعضاء زبان سمع، بصر اور دل پر قابو نہیں انہوں نے روزے سے کچھ فیض نہیں پایا۔ اسی لئے حکم ہے کہ کوئی گالی دے تو ٹال جاؤ۔ صرف اتنا کہو کہ میں روزے سے ہوں۔ حرام خوری اور بدمعاشی سے بھی روزہ کمزور ہوتا ہے، جب چغلی، مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے تو روزے میں چغلی یا کوئی اور برائی روزے میں زیادہ خرابی کا باعث ہے۔

روزے سے صبر و تحمل ایثار و قربانی اور نظم وضبط کی تربیت ہوتی ہے، طبیعت میں استقلال ہمدردی کا احساس آتا ہے اور بھوک پیاس کی قدر ہوتی ہے۔ بعض لوگ خوب سیر ہو کر صبح وشام کھاتے ہیں۔ یہ بھی درست نہیں۔ روزے کا ایک مقصد کم خوری کی عادت بھی ہے کیونکہ بسیار خوری کئی بیماریوں کی جڑ ہے۔ ورنہ کسی حکیم، ڈاکٹر سے پوچھ لیں وہ روزے کو dieting کا بہترین نسخہ متصور کرتے ہیں اور معدے کو (OVER haul) کرنے کا یہی بہترین نسخہ ہے کہ بھوکا رکھا جائے۔ کم خوری کے اسلامی نسخے (روزے) کو غیر مذاہب نے بھی اپنایا ہے۔ لیکن بعض مسلمان ہیں کہ روزے کے لئے سحری اور افطاری میں کھانے پینے کا بہت زیادہ بندوبست کرتے ہیں۔ مرغن اور وافر ماکولات کا انتظام کرتے اور مشروبات خوب اندر انڈیلتے ہیں اور خواب خرگوش میں جا ڈوبتے ہیں۔ بسیار خوری سے کئی بری خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔ پھر ان خواہشات کی تکمیل میں انسان ان کا غلام ہو جاتا ہے اور کئی گناہ کر بیٹھتا ہے۔ پس زیادہ کھانے سے پرہیز کرنا چاہیئے، زیادہ کھانا یا کھاتے رہنا تو مویشیوں کا کام ہے۔ انسان کا کام نہیں۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ جہاد اور تبلیغ کے لئے صحت و توانائی کی ضرورت ہے۔ مگر میری مراد بسیار خوری اور ہمہ وقت خوری ہے۔ جس کو فارسی میں "تنورِ شکم دمبدم تافتن" کہتے ہیں، لیکن اللہ والوں کا کہنا ہے کہ ؎

اندرون از طعام خالی دار
تا درآن نورِ معرفت بینی

ترجمہ:- پیٹ کو کھانے سے خالی رکھ تاکہ اس کے اندر معرفت کا جلوہ دیکھے۔ خوراک زندگی کے بقا کے لئے ضروری ہے لیکن زندگی محض کھانے کے لئے نہیں۔

؎ خوردن برائے زلیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زلیستن برائے خوردن است

بسیار خوری حیوان تو بنا سکتی ہے انسان نہیں بنا سکتی۔ البتہ کم خوری سے مستقل مزاجی آئے گی۔ عمر بڑھے گی اور مزاج لطیف بنتا چلا جائے گا۔ لیکن بسیار خور بدہضمی کا مریض اور ڈکارتا ہی رہے گا۔

جن کے نام کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں ان کے ہاں تو کم خوری کا بھی ثبوت نہیں ملتا بلکہ اکثر فاقوں تک نوبت رہی ہے۔ کبھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوا بلکہ متواتر کئی کئی دن کے فاقے رہے ہیں۔ اور ان فاقوں کے ساتھ ہی لوگوں کی امداد فرمائی ہے۔

رمضان اس لئے بھی مفید ہے کہ کم خوری کی عادت پڑتی ہے اور خواہشات پر قابو پانا آتا ہے۔ بھوک پیاس کا احساس خدا کی یاد اور خوف پیدا کرتا ہے اور اس طرح ایک پاکیزہ سوسائٹی تشکیل پاتی ہے اور یہی پابندی بالآخر روزے دار کو انسان سے اشرف انسان بنا دیتی ہے، جس کو ولی کہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ زیادہ کھانے سے بہیمیت پیدا ہوتی ہے اور تھوڑا کھانے سے روحانیت بڑھتی ہے۔ ؎

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

یاد رکھو کہ روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

چوھدری محمد یوسف، ایم۔ اے

ایک مفسر قرآن ○ ایک ولئ زمان

(قسط نمبر ۱۹)

روحانی اعتبار سے مجلس ذکر ایک خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ حضرت شیخ التفسیر نے مجلس ذکر کے قیام سے دینداروں اور پاکبازوں کے سکون قلب کے لئے ایک غیر فانی ورثہ چھوڑا ہے۔ یہ آپ کی ابدی زندگی کی ضمانت ہے۔ آپ کا یہ عمل خیر تا ابد زندہ رہے گا۔ اور جویان حق و معرفت اس کار خیر سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ یہ عمل ایک ایسا پھول ہے۔ جو کبھی مرجھا نہیں سکتا ایک ایسا چشمہ فیض ہے جو کبھی خشک ہو نہیں سکتا۔ مجلس ذکر کی اہمیت اُس وقت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ جب کہ ذہن اس حدیث نبوی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اللہ کے پاک فرشتے اللہ کا ذکراذکار کرنے والوں کے گرد گھیرا ڈال لیتے ہیں رب کریم کے استفسار پر فرشتے جواب دیتے ہیں کہ یہ ذاکر دل میں ان دیکھی جنت کی چاہت رکھتے اور اسی طرح ان دیکھے جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتوں کے اس جواب پر رب کریم فرماتے ہیں اے فرشتو تم گواہ رہو۔ میں نے ان کو بخش دیا ایک فرشتہ کہتا ہے۔ اسے پروردگار عالم! ایک آدمی کسی کام کی غرض سے بیٹھا ہوا تھا وہ ذکر کے لئے نہیں آیا تھا رب دو جہاں فرماتے ہیں کہ یہ ایسے بیٹھنے ہیں۔ کہ ان کے پاس بیٹھنے والے بھی خالی نہیں جاتے اس حدیث رسول کی روشنی میں مجلس ذکر کے چھپے ہوئے خدوخال بھی اُجاگر ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے تبلیغی جماعت کے کارکنوں سے والہانہ محبت ہے۔ وہ کسی کی دل آزاری نہیں کرتے خودنمائی کا جذبہ یہاں مہر بلب ہے۔ یہاں غرور و تکبر لفظ بے معنی ہے۔ بلکہ سادگی اور طہارت پاک بازی اس جماعت کا طرّہ امتیاز ہے۔ یہی کیفیت ہمیں حضرت مولانا کی قائم کردہ مجلس ذکر میں پیش آتی ہے آج سے تقریباً دس بارہ سال قبل مجھے حضرت شیخ التفسیر کی مجلس ذکر میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ خود نہ آیا بلکہ لایا گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اُن دنوں میں اسلامیہ کالج لاہور میں فسٹ ائیر کا طالب علم تھا۔ یعنی سترہ سالہ سن تھا۔ لڑکپن کا دور تھا۔ غم امروز و فردا سے نابلد تھا۔ کالج کے ہنگاموں کی روح رواں تھا۔ اس لئے مذہبی مشاغل سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ میرا ایک بچپن کا دوست۔ مجھے بصد اصرار مجلس ذکر میں کھینچ لایا۔ شام کا آنچل گر چکا تھا۔ سورج دن بھر کا سفر طے کر کے کہیں خلاؤں میں جا کر ڈوب گیا۔ رات کی زلف دراز آہستہ آہستہ سینۂ گیتی پر بکھر رہی تھی۔ گویا شب کی تنہایاں آرام و سکون کی خاطر کسی گوشۂ غربت میں پناہ ڈھونڈ رہی تھیں۔ میں اور میرا دوست دونوں مسجد کے اندر بالائی حصہ میں منعقدہ مجلس ذکر میں شریک ہوئے مختلف لطائف و وظائف اور ذکر و اذکار کے بعد سب حاضرین پر سکوت مرگ طاری ہو گیا۔ چونکہ بتی گل تھی۔ اس لئے اپنے قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے حضرات کی نقل و حرکت اور فکر و نظر کو بھانپ نہ سکا۔ البتہ ان کی خاموشی سے یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ گیان و دھیان میں مصروف کار ہیں۔ چنانچہ میں بھی سر کو زانو کے حوالے کر کے شان کردگار کے بارے میں سوچ بچار کرنے لگا۔ ابھی خدا کا تصور ذہن میں داخل ہو رہا تھا۔ کہ میرا سارا جسم اس طرح لرزنے لگا۔ جیسے کانپو کا بخار چڑھ گیا ہو مجلس ذکر جو برخاست ہوئی۔ تو میں بھی اپنی دوست کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ خدا گواہ ہے حضرت نے بغیر کسی تعارف اور جان پہچان کے بے ساختہ کہا "بیٹا آیا کرو۔ اللہ والوں کی مجلس میں یہی کچھ ہوا کرتا ہے۔ بلا شبہ نیک صحبت خوش آئند نتائج مرتب کرتی ہے۔ جب کہ بدوں کی صحبت رزالت اور ذلالت کا پیشہ خیمہ ہوتی ہے۔ اس ضمن میں رسول گرامی کا یہ ارشاد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

اچھی صحبت کی مثال ایسی ہے۔ جیسے عطر فروش کی دکان ہو۔ جو شخص ایسی دکان میں جائے گا۔ چاہے وہ عطر نہ بھی خریدے کم از کم اس کو خوشبو تو ضرور سونگھے گا اور بری صحبت کو لوہار کی بھٹی سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ ایسی دکان میں جانے والے اگر کچھ بھی نہ لے گا تو کپڑے ضرور جلا کر آئے گا

خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں

"صحبت نیکاں نیک وصحبت بداں بد تر از بدی" اللہ والوں کی صحبت قابل قدر ہے۔ یہاں ذرہ رشک آفتاب بنتا ہے۔ اور مسلا ہوا پھول گل نوبہار کا روپ دھار لیتا ہے۔ یہ رسول ہاشمی کے فیض صحبت کا اعجاز و اثر تھا۔ کہ ابو بکر صدیق بن گئے کہ عمر عمر فاروق بن گئے۔ عثمان عثمان غنی بن گئے اور علی شیر خدا کے لقب سے ملقب ہو گئے۔ اس نکتہ کی طرف فرماتے ہوئے حضرت مولانا ارشاد فرماتے ہیں

"امراض روحانی کا علاج صحبت شیخ کے سوا کچھ نہیں کتابیں پڑھنے سے یہ دور نہیں ہوتے۔ دینی مدارس میں کتابوں پر عبور حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر تکمیل نہیں ہوتی۔ اس لئے علماء کی بھی کما حقہ اصلاح نہیں ہوتی۔ بعض امراض روحانی جسمانی امراض سے زیادہ مہلک ہوتے ہیں۔ جسمانی بیماریاں قبر کے ورے ختم ہو جاتی ہیں۔ روحانی بیماریاں ساتھ جاتی ہیں زمینداروں سرکاری ملازمین اور تاجروں کو تو جانے دیجیے۔ اہل علم بھی ان سے نجات نہیں پا سکتے۔ جب تک کہ خاص اہتمام نہ کریں مدارس عربیہ میں طلبہ کو علم دانستن کے درجے پر حاصل ہوتا ہے داشتن کے درجے پر نہیں یعنی وہ دین سمجھ کر آتے ہیں لیکن اکثر ان میں سے ایسے ہوتے ہیں جن پر دین کا عملی رنگ چڑھا ہوا نہیں ہوتا۔ اس لئے علماء کے اندر بھی عین روحانی بیماریاں باقی رہتی ہیں جب تک کہ اللہ والوں

کہ صحبت نصیب نہ ہو۔

ایک اور موقع پر یوں ارشاد فرماتے ہیں

"امراضِ روحانی کا علم علماء کی صحبت میں ہوتا ہے اور ان سے شفا صوفیائے کرام کی صحبت میں ہوتی ہے۔ میرے دو مربی ہیں۔ حضرت دین پوری اور حضرت امروٹی۔ دونوں سے میں نے کسی کتاب کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا دونوں کے دروازہ کی گدائی کی جو کچھ ملا وہ دیا اللہ تعالے نے لیکن ذریعہ وہ حضرت بنے یعنی ان بزرگوں کے فیضِ صحبت سے سب کچھ ملا۔"

آخر یہ فیضِ صحبت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب وسعتِ صحرا کا طلب گار ہے۔ لیکن حضرت شیخ التفسیر اعجاز و اختصار سے کام لیتے ہوئے کس قدر معنی خیز اور فکر انگیز نکتہ نگاہ پیش فرماتے ہیں۔

"کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عقیدت ادب اور اطاعت میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آئے۔ میں انگریز سے نہ ڈرتا تھا۔ جیسے کوانتیر سے جب کبھی اللہ تعالیٰ ۲۵ روپے مٹھی میں دے دیتے۔ تو امروٹ شریف چلا جاتا۔ ایک دن اور ایک رات رہتا تھا۔ اگر ان تین تاروں عقیدت۔ ادب۔ اطاعت میں سے ایک بھی کٹ گیا۔ تو طالب گیا میں نے ان گنہگار آنکھوں سے اپنے دونوں مربیوں کے ہاں دیکھا کہ عقیدت ادب اور اطاعت کرنے والے چند دنوں میں جھولیاں بھر کر لے گئے۔ اور جنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ ساری عمر صحبت میں رہ کر بھی محروم رہے۔ اینٹ اگر بھٹے میں ڈالی جائے اور نہ پکے تو پلی کہلاتی ہے کہتے ہیں کہ پلی سے کچی اینٹ بہتر ہوتی ہے کہ وہ مینہ کا مقابلہ پلی سے زیادہ کرتی ہے۔ اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی اللہ والے کے ہاں لے جائیں تو وہاں سے پک کر نکلنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

ایک اور جگہ اسی نکتہ کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:

"نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس کے سوا باقی تمام کمالات نبویؐ کے حاملین اب تک رہے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ انہیں کی صحبت میں اصلاح حال ہوتی ہے۔ اللہ والے موتیوں سے ہی گراں قیمت ہیں موتی ملنے ارزاں لیکن اللہ والے ملنے گراں، وہ نایاب نہیں کم یاب ہیں۔ اگر کامل مل جائے تو اس کے قلب سے ادب، عقیدت اور اطاعت کی تین تاریں جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے اس کے بغیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھی رہنے والے محروم رہے جن کو آنحضرت صلعم کا نہ پاس ادب تھا۔ نہ عقیدت تھی اور نہ وہ اطاعت کرتے تھے۔" یہ مجلس ذکر جس کا اہتمام حضرت شیخ التفسیر نے کیا یہ مجلس ذکر اب بھی قائم ہے اور اس وقت تک قائم و دائم رہے گی جب تک کہ یہ دنیا و جہان آباد ہیں۔

بقیہ:

ماہِ رمضان

(صـ ۱۶ سے آگے)

جس کا تعلق محض خدا سے ہے ورنہ کوئی نہیں جانتا کہ کس کا روزہ ہے۔ یہ صرف خدا اور اس کے بندے کا معاملہ ہے اور وہ ہی اس کی جزا کا ذمہ دار ہے۔ اس ضمن میں ایک حدیث کا خلاصہ لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے بوڑھے والدین کی خدمت کر کے انہیں راضی نہ کیا، دوسرے جس نے حضورؐ کا نام سن کر درود نہ پڑھا تیسرے جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور روزے رکھ کر خدا کو راضی نہ کیا ان سب پر خدا کی لعنت۔

یہ ہیں روزے کے جسمانی، دنیاوی اور اخروی فائدے۔ دعا کریں کہ خدا ہم سب کو دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا فرمائے اور روزے کا مقصد اور فلسفہ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

ایک بات اور سن لیجئے وہ یہ ہے کہ خدا اپنی مہربانی سے نیکی کو دس گنا بلکہ کئی سو گنا بڑھا دیتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان ۳۰ دن کے روزے رکھے اور عید کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو اس طرح کل ۳۶ روزے ہو گئے اور ۳۶ کو دس گنا کریں تو ایک سال بنتا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جو کوئی ماہ رمضان، اور شوال کے چھ روزے رکھتا اس ایک سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ سبحان اللہ۔

بقیہ:

درسِ قرآن

(صـ ۱۵ سے آگے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں چنانچہ چھوڑ دیئے اور آج تک موجود ہیں۔

تو عرض خدمت میں یہ کر رہا تھا کہ شہید اسے کہتے ہیں جو اپنے نظریئے پر اپنی جان کی بازی لگا دے۔ یہ تیسرا نمبر ہوتا ہے۔ اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء اور چوتھے نمبر پر آتا ہے والصالحین عام نیک لوگ جو اللہ کے حکموں کو مانتے ہیں اور نتیجہ نکالا وحسن اولئک رفیقاً ان لوگوں کی رفاقت بہت اچھی ہے۔

تو ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اھدنا الصراط المستقیم چلا ہم کو سیدھے راستے پر یا دکھا ہم کو سیدھا راستہ تاکہ ہم اس پر چلیں اور وہ راستہ کون سا ہے، صراط الذین انعمت علیہم۔ ان لوگوں کا راستہ، ان پاکبازوں کا راستہ جن پر تو نے اپنے انعام و اکرام کیئے۔

بقیہ

بچوں کا صفحہ

(صـ ۱۹ سے آگے)

کسی نے عرض کیا وہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ حضرت علیؓ اور میرے دونوں بیٹے (حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ)، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال سلمان، عمار، عبداللہ بن مسعود، ابوذر غفاری، مقداد رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ حالات کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین کے کسی اہم امر میں ان حضرات کی خصوصیات ہیں۔ جیسا کہ حضورؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے اوپر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو ان میں سے بعض آدمی وہاں سے بھی لے آتے۔

بچوں کا صفحہ

حضرت سلمان فارسیؓ

حاجی کمال الدین صاحب

عزیز بچو!

آج کی فرصت میں ہم آپ کو حضرت سلمان فارسیؓ کے متعلق کچھ باتیں بتانا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ ان کو غور سے پڑھو گے اور عمل کرنے کی کوشش کرو گے۔ ساری بات عمل کی ہے عمل کرو گے تو پھل پاؤ گے۔ ورنہ کچھ بھی نہیں۔ جو بچے کلام پاک پڑھتے ہوتے ہیں۔ وہ سورۃ محمد کے چوتھے رکوع میں ھا انتم سے امثالکم تک پڑھیں۔ پھر اس کا ترجمہ دیکھیں۔ اللہ پاک یہاں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں (تھوڑا سا) خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے سو اس پر بھی تم میں سے بعض آدمی بخل کرنے لگتے ہیں (اگر زیادہ مانگا جاتا تو کیا کرتے) اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ خود اپنے ہی سے بخل کرتا ہے (اسلیے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا نفع اسی کو ملتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے (اس کو تمہارے مال کی پرواہ نہیں)۔ اور تم محتاج ہو (دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور اسی لیے تمہیں صدقہ کا حکم دیا جاتا ہے۔ کہ اس کا نفع تمہیں کو پہنچتا ہے۔) اور اگر تم (اللہ کے احکام سے) روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا اور پھر وہ تم جیسے (روگردانی کرنے والے) نہ ہوں گے (بلکہ فرمانبردار ہوں گے)۔

پیارے بچو!

یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی غرض ہماری خیرات اور صدقات کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ اس نے جس قدر زیادہ ترغیبیں اپنے کلام پاک اور اپنے رسول پاکؐ کے ذریعہ سے فرمائی ہیں وہ ہمارے ہی نفع کے واسطے ہیں۔ اور جب ایک حاکم مالک خالق کسی شخص کو ایسے کام کا حکم کرے جس سے حکم کرنے والے کا کوئی نفع نہ ہو بلکہ جس کو حکم دیا جائے اسی کا نفع ہو اور پھر بھی وہ حکم عدولی کرے تو یقیناً اس کا جتنا خمیازہ بھی بھگتے وہ ظاہر ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ بہت سے لوگوں کو نعمتیں اس لیے دیتا ہے کہ لوگوں کو نفع پہونچائیں۔ جب وہ لوگ ایسا کرتے ہیں وہ نعمتیں ان کے پاس رہتی ہیں۔ جب وہ اس سے روگردانی کرنے لگتے ہیں تو وہ نعمتیں ان سے چھین کر دوسروں کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ اور یہ نعمتیں مال ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ عزت و وجاہت اثر وغیرہ سب ہی چیزیں اس میں داخل ہیں اور سب کا یہی حال ہے۔

بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم کو پیدا کر دے گا تو بعض صحابہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ یہ لوگ کن میں سے ہوں گے جو ہماری روگردانی کی صورت میں ہمارے بدل ہوں گے تو حضورؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ اور ان کی قوم۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر دین ثریا (جو چند ستاروں کے مجموعہ کا نام ہے) پر ہوتا تو فارس کے لوگ وہیں سے دین کو پکڑتے یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو دین کی اتنی پرواہ عطا فرمائی ہے کہ دین اور علم کو اگر وہ ثریا پر ہوتا تو وہاں سے بھی حاصل کرتے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حضورؐ کے سامنے عجمی لوگوں کا ذکر کیا گیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ان پر یا ان میں سے بعض پر تم سے یا تم میں سے بعض سے زیادہ اعتماد ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ عجم میں بعض بعض اکابر ایسے اونچے درجے اور حالات کے پیدا ہوئے ہیں کہ صحابی ہونے کی فضیلت کو چھوڑ کر دوسرے اعتبارات سے ان کے کمالات بہت اونچے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے بہت سے فضائل حدیث میں آئے ہیں اور آنے بھی چاہئیں کہ دین حق کی تلاش میں انہوں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ بہت سے ملکوں کی خاک چھانی۔ ان کی عمر بہت زیادہ ہوئی۔ ڈھائی سو سال میں تو کسی معتمد کا اختلاف ہی نہیں ہے۔ بعض نے ساڑھے تین سو سال بتائی ہے اور بعض نے اس سے بھی زیادہ۔ حتیٰ کہ بعض نے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا اور حضورؐ کے اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں چھ سو سال کا فرق ہے۔ ان کو پہلی کتابوں سے حضور آخر الزماںؐ کے مبعوث ہونے کی خبر معلوم ہوئی۔ یہ حضورؐ کی تلاش میں نکل پڑے اور راہبوں سے اور اس زمانہ کے عالموں سے تحقیق کرتے رہے اور وہ لوگ حضورؐ کے عنقریب پیدا ہونے کی بشارت اور حضورؐ کی علامت بتاتے رہے۔

یہ فارس کے شہزادوں میں سے تھے۔ اس تلاش میں ملک در ملک کرتے پھرتے تھے۔ کسی نے ان کو قید کر کے اپنا غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ پھر یہ اسی طرح بکتے رہے۔ خود فرماتے ہیں۔ بخاری شریف میں وارد ہے کہ مجھے دس آقاؤں سے زیادہ نے خریدا اور فروخت کیا۔ آخر میں مدینہ منورہ کے ایک یہودی نے ان کو خریدا۔ اس وقت حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے۔ ان کو اس کی خبر ہوئی۔ یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو علامات ان کو بتائی گئی تھیں ان علامات کو جانچا اور امتحان کیا۔ اس کے بعد مسلمان ہو گئے اور اپنے یہودی آقا سے فدیہ دے کر آزاد ہوئے۔

ایک حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ چار آدمیوں کو محبوب رکھتے ہیں جن میں سلمان فارسیؓ بھی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور کسی سے محبت نہیں کرتے بلکہ یہ ہے کہ یہ چار محبوبوں میں ہیں۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہر نبی کے لیے حق تعالیٰ نے سات نجباء بنائے ہیں۔ (یعنی مخصوص جماعت برگزیدہ لوگوں کی جو اس نبی کے کام کی ظاہری اور باطنی نگرانی کرنے والے اور مدد کرنے والے ہوں) لیکن میرے لیے اللہ پاک نے چودہ نجباء مقرر فرمائے ہیں۔ (باقی صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

فون ۶۷۵۴۵

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری G / ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۱ء (۲) پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری B.C-T-۲۰۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۵۶ء